قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران:74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

جمعۃ المبارک 10/مارچ 2023ء | 17/شعبان 1444 ہجری قمری | 10/امان 1402 ہجری شمسی | جلد:5 | شمارہ:59

فرمانِ رسولؐ

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بَیْنَمَا رَجُلٌ یَّمْشِیْ بِطَرِیْقٍ وَّجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِیْقِ فَاَخَذَہٗ فَشَکَرَ اللّٰہُ لَہٗ فَغَفَرَ لَہٗ

(صحیح بخاری، کتاب المظالم باب من اخذ الغصن۔۔۔۔ حدیث 2472)

ترجمہ: ایک شخص راستہ میں جارہا تھا کہ اس نے ایک کانٹے دار ٹہنی پڑی ہوئی پائی۔ اس نے اس کو ہٹا دیا جس پر اللہ تعالیٰ نے اس کی نیکی کو بصورت شکریہ قبول فرما کر اسے بخش دیا۔

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

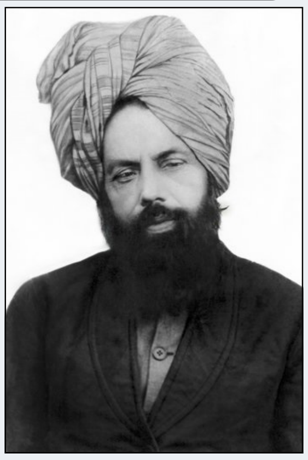

حمد کا حقیقی مطلب

حمد اس تعریف کو کہتے ہیں جو کسی صاحب اقتدار شریف ہستی کے اچھے کاموں پر اس کی تعظیم وتکریم کے ارادہ سے زبان سے کی جائے اور کامل ترین حمد ربّ جلیل سے مخصوص ہے اور ہر قسم کی حمد کا مرجع خواہ وہ تھوڑی ہو یا زیادہ ہمارا وہ ربّ ہے جو گمراہوں کو ہدایت دینے والا اور ذلیل لوگوں کو عزت بخشنے والا ہے اور وہ محمودوں کا محمود ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک لفظ شکر، حمد سے اس پہلو میں فرق رکھتا ہے کہ وہ ایسی صفات سے مختص ہے کہ جو دوسروں کو فائدہ پہنچانے والی ہوں اور لفظ مدح لفظ حمد سے اس بات میں مختلف ہے کہ مدح کا اطلاق غیر اختیاری خوبیوں پر بھی ہوتا ہے اور یہ امر فصیح وبلیغ علماء اور ماہر ادباء سے مخفی نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو حمد سے شروع کیا ہے نہ کہ شکر اور مدح سے۔ کیونکہ لفظ حمد ان دونوں الفاظ کے مفہوم پر پوری طرح حاوی ہے اور وہ ان کا قائمقام ہوتا ہے مگر اس میں اصلاح، آرائش اور زیبائش کا مفہوم ان سے زائد ہے۔ چونکہ کفار بلاوجہ اپنے بتوں کی حمد کیا کرتے تھے اور وہ ان کی مدح کے لئے حمد کا لفظ اختیار کرتے تھے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ وہ معبود تمام عطایا اور انعامات کے سرچشمہ ہیں اور سخیوں میں سے ہیں۔ اسی طرح ان کے مُردوں کی ماتم کرنے والیوں کی طرف سے مفاخرشاری کے وقت بلکہ میدانوں میں بھی اور ضیافتوں کے مواقع پر بھی اسی طرح حمد کی جاتی تھی جس طرح اس رزاق متولی اور ضامن اللہ تعالیٰ کی حمد کی جانی چاہیئے۔

(کرامات الصادقین، روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 107-108 بحوالہ اردو ترجمہ از الاسلام ویب سائٹ خطبہ جمعہ یکم اگست 2003ء)

ارشاد باری تعالیٰ

وَمَنۡ یَّقۡتَرِفۡ حَسَنَۃً نَّزِدۡ لَہٗ فِیۡہَا حُسۡنًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ شَکُوۡرٌ ﴿۲۴﴾

(الشوریٰ:24)

ترجمہ: اور جو کسی (معدوم) نیکی کو اُجاگر کرتا ہے ہم اس میں اسکے لئے مزید حُسن پیدا کر دیں گے۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا (اور) بہت ہی شکر قبول کرنے والا ہے۔

فرمانِ خلیفۂ وقت

شکر گزاری اور اس کے طریق

شکر گزاری کے بھی کئی طریقے ہیں۔ اُن طریقوں کو ہمیشہ روزانہ اپنی زندگی میں تلاش کرتا رہے۔ ایک احمدی جو ہے، حقیقی مومن جو ہے وہ شکر گزاری کے ان طریقوں کو تلاش کرتا ہے تو پھر دل میں بھی شکر گزاری کرتا ہے۔ پھر شکر گزاری زبان سے شکریہ ادا کر کے بھی کی جاتی ہے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے یا کسی دوسرے کی شکر گزاری بھی کرتا ہے تو زبان سے شکر گزاری ہے اور پھر اپنے عمل اور حرکت وسکون سے بھی شکر گزاری کی جاتی ہے۔ گویا جب انسان شکر گزاری کرنا چاہے تو اُس کے تمام اعضاء بھی اس شکر گزاری کا اظہار کرتے ہیں یا انسان کے تمام جسم پر اُس شکر گزاری کا اظہار ہونا چاہئے اور اللہ تعالیٰ جب بندوں کا شکر کرتا ہے، یہاں شکر گزاری کا جو لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہوا ہے، تو یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری، انسان پر انعامات اور احسانات ہیں۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری جب انسان کرتا ہے تو ان باتوں کا اُسے خیال رکھنا چاہئے کہ انتہائی عاجزی دکھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکا جائے۔ دوسرے اللہ تعالیٰ سے پیار کا اظہار کرنا اور اُس کے پیار کو حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنا، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور احسانوں کو علم میں لانا۔ ہر فضل جو انسان پر ہوتا ہے اُس کو یہ سمجھنا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ یہ علم ہونا چاہئے کہ ہر نعمت جو مجھے ملی ہے وہ اللہ کے فضلوں کی وجہ سے ملی ہے۔ یہ احساس پیدا ہونا چاہئے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری ہے۔ پھر اُس کے انعامات اور احسانات کا منہ سے اقرار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا، اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کی حمد سے، اُس کے ذکر سے تَر رکھنا۔ پھر یہ بھی کہ اُس کی مہیا کردہ نعمتوں کو اس رنگ میں استعمال کرنا جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حاصل کرنے والی ہوں، جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ ان باتوں کے کرنے کے نتیجے میں پھر ایک شکر گزاری حقیقی رنگ میں شکر گزاری بنتی ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور جیسا کہ مَیں نے کہا اس کے نتیجے میں پھر اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا یہ ہے کہ وہ اپنے ایسے شکر گزار بندوں کو مزید انعامات اور احسانات سے نوازتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم اس طرح شکر گزار ہو گے تو لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ مَیں تمہیں اَور دوں گا، اس کو حاصل کرنے والے بنو گے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13/ جولائی 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- اور کتنا لہو ؟ (منظوم)
- میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا
- بنیادی مسائل کے جوابات
- احمدیت کا فضائی دور
- والد محترم محمود احمد ونیں مرحوم کا ذکر خیر

دربارِ خلافت

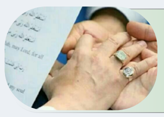

فحشاء پر اگر اصرار نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کا خوف ہو تو خدا تعالیٰ بخش دیتا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

فحشاء پر اگر اصرار نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کا خوف ہو تو خدا تعالیٰ بخش دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بخشنے والا نہیں ہے۔ پس ہر قسم کے فحشاء جن کا میں نے شروع میں ذکر کیا تھا اس سے خود بھی بچنے اور بچنے کے راستے دکھانے کی ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہئے اور اُس کی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ زیادتی نہ کرنے والوں کو معاف کر دیتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’اور وہ لوگ کہ جب کوئی بے حیائی کا کام کریں یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اور پھر اپنے ایسے حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کریں اور اس سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگیں اور اپنے گناہ پر اصرار نہ کریں اُن کا خدا آمرزگار ہوگا۔ (یعنی وہ بخشنے والا خدا ہے) اور گناہ بخش دے گا۔‘‘

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 25۔ 26)

اللہ کرے ہر وہ شخص جو فحشاء میں مبتلا ہے، اُسے عقل آ جائے اور خدا تعالیٰ کی پکڑ سے بچ جائے۔ اس بات کی وضاحت کی میں بہت ضرورت محسوس کر رہا تھا اس لئے میں نے اس کی کچھ وضاحت کی ہے کیونکہ یہ سوال آجکل بہت عام ہو چکا ہے۔

پھر اگلا حکم خدا تعالیٰ نے ان آیات میں یہ دیا ہے کہ وَلَا تَقۡتُلُوا النَّفۡسَ الَّتِیۡ حَرَّمَ اللّٰہُ (الانعام:152) اور کسی جان کو جسے اللہ تعالیٰ نے حرمت بخشی ہے، قتل نہ کرو۔ یہ حکم اس طرف توجہ دلاتا ہے کہ معاشرے کے حقوق ادا کرو۔ اپنے بھائیوں، اپنے دوستوں، اپنے سے واسطہ پڑنے والوں کے حقوق عدل و انصاف سے ادا کرو۔ قتل صرف جان کا قتل نہیں ہے بلکہ تعلقات کو توڑنا، ناانصافی سے دوسروں کے حقوق پامال کرنا، یہ بھی قتل ہے۔ دوسروں کو جذباتی طور پر مجروح کرنا، یہ بھی قتل ہے۔ کسی کو اتنا زیادہ ذلیل و رسوا کرنا کہ گویا عملاً اُسے قتل کر دیا ہے، یہ بھی اسی زمرہ میں آتا ہے۔ اُس کی عزتِ نفس کو برباد کر دینا، یہ بھی قتل ہے۔ اسی طرح روحانی طور پر بھی قتل ہوتا ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سب قتل ایسے ہیں جن سے خدا تعالیٰ تمہیں منع کرتا ہے۔ ہر قتل کا آخری نتیجہ معاشرے میں فتنہ و فساد اور محرومیاں ہیں اور یہ چیزیں خدا تعالیٰ کو انتہائی ناپسند ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِلَّا بِالۡحَقِّ سوائے اس کے جو سزا کا حقدار ہے، لیکن اس کے لئے بھی قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں ہے۔ بدلے لینے کے لئے، اپنے کینے اور بغض نکالنے کے لئے قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں ہے۔ جو سزا کا حقدار ہے اُسے سزا دی جائے تو اس قدر سزا جتنا اُس کا جرم ہے اور اس لئے سزا دی جائے کہ جرم کرنے والے کی اصلاح ہو اور معاشرے کا بہتر حصہ بن کر معاشرے کے فتنہ و فساد کو ختم کرنے کا ذریعہ بن سکے۔ لیکن یہاں بھی یہ بات واضح ہو کہ سزا دینے اور بدلے لینے کا حق ہر ایک کو نہیں ہے بلکہ قانون کو ہے اور قانون انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے سزا دے، نہ کہ ظلم کرتے ہوئے۔ حتی کہ کسی قاتل کی سزا جو ہے اُس کا اختیار بھی کسی شخص یا مقتول کے ورثاء کو نہیں دیا گیا بلکہ یہ حق قانون کا ہے۔ یہ قانون تو آجکل بنائے جا رہے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت پہلے سے یہ حکم دیا ہے کہ انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے تم اپنے مجرم کو سزا دو اور اگر ایک قاتل کو بھی پھانسی کی سزا دینی ہے تو ایک قانون ہی دے گا۔ اسی طرح معاشرے میں قانون کے تحت دوسری سزائیں ہیں، قتل کا اگر ایک مطلب تعلقات کو ختم کرنا یا مقاطعہ کرنا یا بائیکاٹ کرنا ہے تو یہ اختیار بھی ذمہ دار ادارے کو ہے۔ ہماری جماعت میں بھی اگر سزا کا نظام رائج ہے تو اصلاح کے لئے، نہ کہ کسی ظلم اور زیادتی کے لئے۔ یا کسی بھی قسم کی ایسی سزا جو دی جاتی ہے وہ اصلاح کے لئے دی جاتی ہے، کسی ظلم کے لئے نہیں دی جاتی۔ کیونکہ یہ ناحق ظلم و زیادتی جو ہے یہ بھی قتل کے مترادف ہے۔ یہ میں نے دیکھا ہے اور کئی دفعہ نوٹ بھی کیا ہے کہ اگر فریقین میں مسئلہ پیدا ہو جائے، لڑائی ہو جائے، مقدمہ بازی ہو جائے تو ظاہر ہے کہ فیصلہ کرنے والا ادارہ اپنی عقل اور شواہد کے مطابق ایک فریق کو ذمہ دار قرار دے گا، قصوروار قرار دے گا اور اُس کے لئے پھر اس کی سزا کی بھی سفارش ہوتی ہے۔ تو جو دوسرا فریق ہے، جس کو نقصان پہنچا ہوتا ہے وہ بعض دفعہ اس بات پر ناراض ہو جاتا ہے کہ تھوڑی سزا دی ہے، اس سے زیادہ دیں۔ یعنی فیصلہ اُن کے مطابق ہو۔ اگر اسی طرح فریقین کو فیصلہ کرنے کا اختیار دے دیا جائے تو ایک قتل کے بعد دوسرا قتل ہوتا چلا جائے گا اور قرآن ہمیں یہ کہتا ہے کہ تم اس سے بچو۔ اصل مقصد سزا کا معاشرے سے ظلم کو ختم کرنا ہے اصلاح کرنا ہے، ظالم کو اپنے ظلم کا احساس دلانا ہے اور دو مومنوں کے درمیان اگر ایسا مسئلہ ہے تو ظاہر ہے اُن کو جب احساس دلایا جائے تو تسلیم بھی کرتے ہیں۔ پس یہ اصل غرض ہے یا سزا کا اصل مقصد ہے کہ اصلاح کی جائے اور اس ناحق قتل کو روکا جائے جو آپس کے جھگڑوں اور فسادوں کی وجہ سے معاشرے میں پیدا ہوتا ہے۔

(خطبہ جمعہ 2/ اگست 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اور کتنا لہو؟

میری ارضِ وطن! اور کتنا لہو؟
اے دریدہ بدن! اور کتنا لہو؟

کس بلا کی ہے پیاسی یہ تیری زمیں
اور کتنے کفن؟ اور کتنا لہو؟

یہ ترا حسن کس کی نظر کھا گئی
کیا ہوا بانکپن؟ اور کتنا لہو؟

ہر طرف خوف و دہشت کا ہی راج ہے
چل بسا فکر و فن اور کتنا لہو؟

تیرے دامن میں نفرت ہی نفرت ہے اب
بڑھ گئی ہے جلن ؟ اور کتنا لہو؟

ساتھ اپنے ہے تائیدِ ربُ الورا
سب ہے اس کی چبھن اور کتنا لہو؟

امۃ الباری ناصر۔ امریکہ

دعا کا تحفہ

قرض و دیگر کمزوریوں کے دور ہونے کی ایک اور دعا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو امامہؓ کو نماز کے وقت میں پریشان حالت میں مسجد میں دیکھا تو وجہ پوچھی انہوں نے قرض اور بعض دوسری پریشانیوں کا ذکر کیا۔ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ مَیں تمہیں ایسی دُعا نہ سکھاؤں جس سے تیرے قرض اور پریشانیاں دور ہوں۔ پھر آپؐ نے فرمایا صبح و شام یہ دُعا پڑھا کرو۔ ابو امامہؓ کہتے ہیں مَیں نے یہ دُعا آزما کر دیکھی اللہ نے میری ساری پریشانیاں اور قرض دور کر دیئے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنَ الۡھَمِّ وَالۡحُزۡنِ، وَاَعُوۡذُبِکَ مِنَ الۡعَجۡزِ وَالۡکَسَلِ وَاَعُوۡذُبِکَ مِنَ الۡجُبۡنِ وَالۡبُخۡلِ، وَاَعُوۡذُبِکَ مِنۡ غَلَبَۃِ الدَّیۡنِ وَقَھۡرِ الرِّجَالِ

(ابوداؤد کتاب الوتر باب الاستعاذہ)

ترجمہ: اے اللہ! مَیں ہم و غم سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور عاجز رہ جانے اور سستی سے بھی تیری پناہ کا طالب ہوں۔ مَیں بزدلی اور بخل سے بھی تیری پناہ میں آتا ہوں نیز قرض کے غالب آنے اور لوگوں کے نیچے دب جانے سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 144)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

اداریہ

میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا

جماعتی میٹنگز و اجلاسات میں شمولیت کی اہمیت و برکات

قسط 1

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے اشرف المخلوقات بنا کر انسان پر جہاں احسان عظیم کیا وہاں انسان سے اپنے نام اور توحید کو دنیا میں پھیلانے کے لئے قربانی کا مطالبہ بھی کر دیا۔ ہمارے بزرگوں نے

’’انفاق فی سبیل اللہ‘‘ کی تشریح میں لکھا ہے کہ ’’انفاق فی سبیل اللہ‘‘ میں صرف اموال مراد نہیں بلکہ انسان کی صلاحیتیں اور استعدادیں، اس کا وقت، اس کی جان، اس کی عزت اور خدا تعالیٰ کی دیگر عطایا وغیرہ بھی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو استعدادیں اور صلاحیتیں دے رکھی ہیں۔ اس کو اللہ تعالیٰ کی توحید کے قیام کے لئے خرچ کرنی چاہئے۔ انسان کو جو قیمتی وقت دیا ہے اس میں سے کچھ وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کے علاوہ اعلائے کلمہ حق اور معاشرہ میں اصلاح احوال اور مخلوق الٰہی کی تعلیم و تربیت کے لئے خرچ کرنا چاہئے تا شکرانہ کا حق بھی ادا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی ایک مومن کو تاکیدی حکم دیا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میری عبادت اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

(الانعام:63)

اس دنیوی دور میں (جب دین سے دوری عام ہے) حضرت مسیح موعودؑ نے جماعتی تعلیمات کے ایک نچوڑ اور خلاصے کو بیعت کا حصہ بنا دیا کہ بیعت کے وقت ہر احمدی اس بات کا عہد کرے کہ ’’میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا‘‘۔ یعنی میرے ہر کام، میری ہر حرکت اور ہر سکون میں دین ہی مقدم ہو گا نہ کہ دنیا۔

بیعت کے معنی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقع پر بیعت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

’’بیعت کے معنی ہیں بیچ دینا۔ جیسے ایک چیز بیچ دی جاتی ہے تو اس سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ خریدار کا اختیار ہوتا ہے جو چاہے سو کرے۔ تم لوگ جب اپنا بیل (Cow) دوسرے کے پاس بیچ دیتے ہو تو کیا اسے کہہ سکتے ہو کہ اسے اس طرح استعمال کرنا؟ ہرگز نہیں۔ اس کا اختیار ہے جس طرح چاہے استعمال کرے۔ اسی طرح جس سے تم بیعت کرتے ہو۔ اگر اس کے احکام پر ٹھیک ٹھیک نہ چلو تو پھر کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔‘‘

- حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک اور موقع پر فرماتے ہیں:

’’اگر کوئی بیعت میں تو اقرار کرتا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کروں گا مگر عمل سے وہ اس کی سچائی اور وفائے عہد ظاہر نہیں کرتا تو خدا کو اس کی کیا پرواہ ہے۔‘‘

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

’’شرائط بیعت کا بھی خلاصہ یہی ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھا جائے گا۔ اسی طرح تمام ذیلی تنظیموں کے جو عہد ہیں ان کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ اسی طرح بیعت کے الفاظ میں بھی ہم ان الفاظ کو دہراتے ہیں۔ غرض کہ یہ فقرہ ایک احمدی کا عہد ہے جس پر اس کی بیعت کا انحصار ہے۔ خلافت سے اور نظام سے جڑے رہنے کا انحصار ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر بیعت کا دعویٰ غلط ہو جاتا ہے۔ نظام سے جڑے رہنے کا، خلافت سے وابستگی کا دعویٰ غلط ہو جاتا ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 17/ اکتوبر 2014ء)

- نیز فرمایا:

’’یہاں میں ہر سطح کے عہدیداروں کو بھی یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو نبھانے کی ذمہ داری دوسروں سے بڑھ کر ان کو اپنی سمجھنی چاہئے۔ ایک مقصد کے حصول کے لئے ان کی ذمہ داری لگائی گئی ہے جس کے لئے انہیں اپنی قربانی کے معیار کو اونچا کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ہر سطح کا عہدیدار چھوٹی سے چھوٹی سطح سے لے کر، محلے سے لے کر مرکزی سطح تک اپنی حیثیت کا صحیح اندازہ کر کے اپنے عہد کو پورا کرنے کی کوشش کر سکتا ہے اور کرنی چاہئے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر دلوں پر ہے اور اللہ تعالیٰ تڑپ کے ساتھ کام کرنے والوں کے اخلاص کو برکت بخشتا ہے اور انہیں قرب میں جگہ دیتا ہے اور ایک عہدیدار کو اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے اپنی بھرپور کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہر سطح کے عہدیدار کو بھی اور ہر احمدی کو بھی، مجھے بھی، آپ کو بھی سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کا صحیح ادراک بھی حاصل کریں اور اس پر عمل کرنے والے بھی ہوں۔‘‘

(خطبہ جمعہ 17/اکتوبر 2014ء)

انصار خدمت دین میں دوسروں کے لئے نمونہ ہوں

پھر اسی خطبہ میں فرمایا:

’’ہمارے ذمہ جیسا کہ میں نے کہا بہت بڑے کام لگائے گئے ہیں اور جان، مال، وقت اور عزت قربان کرنے کے لئے ہم عہد بھی کرتے ہیں۔ اس کے لئے ہمیں ہمیشہ سنجیدگی سے غور کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے کہ کس طریق سے ہم اپنے عہد کو پورا کرتے ہوئے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے لئے اپنی صلاحیتیں اور استعدادیں بروئے کار لائیں۔

انصار اللہ کا اجتماع بھی آج سے ہو رہا ہے۔۔۔۔ ان کو بھی۔۔۔۔ ان دنوں میں اپنے جائزے بھی لینے چاہئیں کہ کس حد تک ہم اپنے معیار دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے لئے بڑھا سکتے ہیں اور بڑھانے چاہئیں بلکہ حاصل کرنے چاہئیں۔ انصار اللہ کی عمر تو ایسی ہے جس میں ان کو نمونہ بننا چاہئے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 17/ اکتوبر 2014ء)

ان ارشادات کی روشنی میں خدمت دین کے جو بھی پہلو ہیں ان تمام کا احاطہ کر کے دین کی خدمت کرنی چاہئے۔ جس کے لئے منصوبہ بندی کرنی ہوتی ہے۔ جس کا بہترین ذریعہ میٹنگز و اجلاسات ہیں۔ عہدیداران پر لازم ہے کہ ان کا حق کریں اور اعلیٰ عہدیداران کی طرف سے جب اور جہاں میٹنگ بلائی جائے ان کی آواز پر سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا کہتے ہوئے حاضر ہونا اور مشوروں میں شامل ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ عہدہ ایک امانت ہے اور امانت کا حق ادا کرنا بھی ضروری ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں ایسے کارکنان بھی ہیں جو اپنا سب کچھ بھول جاتے ہیں، بیوی بچوں کو بھی بھول جاتے ہیں، اپنے نفس کے حق بھی ادا نہیں کرتے۔ صبح اپنے کام پر جاتے ہیں اور وہاں سے شام کو سیدھے جماعتی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے پہنچ جاتے ہیں۔ انہیں کہنا پڑتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمہارا اور تمہارے بیوی بچوں کا بھی تم پر حق رکھا ہے۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں۔‘‘

حضور انور نے خطبہ جمعہ 2/ مئی 2008ء میں فرمایا:

’’ہر عہدیدار کے پاس کوئی بھی جماعتی کام ایک امانت ہے اسے ایمانداری سے ادا کرنا ضروری ہے۔ ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو اللہ تعالیٰ کی پسند سے باہر نکل جائے نہ اس کا دین رہتا ہے اور نہ اس کی دنیا رہتی ہے۔‘‘

جماعتی میٹنگز میں شمولیت

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ’’ذکر کی مجالس جنت کے باغ ہیں۔ ان باغوں میں چرنے کی کوشش کیا کرو‘‘ اس ارشاد نبویؐ سے اجلاسات کی اہمیت ظاہر وباہر ہے۔ ہمارے اجلاسات اور جماعتی میٹنگز میں ذکر الٰہی ہوتا ہے اور انہی مجالس کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایسی مجالس میں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور فرشتے رحمت کے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ یہ رحمت کا سایہ مجلس کے اختتام تک رہتا ہے۔ بلکہ ایسی مجالس جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے ان کے متعلق خود اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ’’ان سب کے لئے میری طرف سے مغفرت لکھ دو‘‘

تواریخ میں ایک واقعہ یوں درج ہے کہ ایک آدمی کا سفر میں ذکر کی ایک مجلس کے پاس سے گزر ہوا۔ وہ شخص وہاں بیٹھ گیا۔ ذکر الٰہی اور حمد و ثناء میں حصہ لیا تو اللہ تعالیٰ نے چند لمحے ذکر کی مجلس میں بیٹھنے کی بدولت اس شخص کے سارے گناہ معاف کر دیئے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں صادقوں کی معیت یعنی صحبت اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے اور ہماری یہ میٹنگز، اجلاسات محض رضائے الٰہی اور اعلائے کلمۃ الحق کی تجاویز پر غور کرنے کے لئے ہوتے ہیں اس لئے اس میں شامل افراد نیک، صالح اور صادق ہیں۔ جن کی ان میٹنگز و اجلاسات میں صحبت حاصل ہوتی ہے۔

- حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جماعتی میٹنگز میں شمولیت کی عظمت و اہمیت اور ان میں شامل ہونے والوں کے بلند مقام اور ان کو ترغیب دلاتے ہوئے نیز جماعتی کاموں کی پرواہ نہ کرنے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’وہ دن آنے والا ہے جب احمدیت کے کاموں میں حصہ لینے والے بڑی بڑی عزتیں پائیں گے۔ لیکن ان لوگوں کی اولادوں کو جو اس وقت جماعتی کاموں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے دھتکار دیا جائے گا۔ جب انگلستان اور امریکہ ایسی بڑی بڑی حکومتیں مشورہ کے لئے اپنے نمائندے بھیجیں گی اور وہ اسے اپنے لئے موجب عزت خیال کریں گے اس وقت ان لوگوں کی اولاد کہے گی ہمیں بھی مشورہ میں شریک کرو لیکن کہنے والا انہیں کہے گا۔ جاؤ! تمہارے باپ دادوں نے اس مشورہ کو اپنے وقت میں رد کر دیا تھا اور جماعتی کاموں کی انہوں نے پرواہ نہیں کی تھی اس لئے تمہیں بھی اب اس مشورہ میں شریک نہیں کیا جا سکتا۔ پس اس غفلت کو دور کرو اور اپنے اندر یہ احساس پیدا کرو کہ جو شخص سلسلہ کی کسی میٹنگ میں شامل ہوتا ہے اس پر اس قدر انعام ہوتا ہے کہ امریکہ کی کونسل کی ممبری بھی اس کے سامنے ہیچ ہے اور اسے سوچ کر کے بھی اس میٹنگ میں شامل ہونا چاہئے۔ اگر وہ اس میٹنگ میں شامل نہیں ہوتا تو اس کی غیر حاضری کی وجہ سے سلسلہ کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن وہ خود الٰہی انعامات سے محروم ہو جائے گا۔‘‘

کلاسز اور اجلاسات کرنے کی تاکید

ایک دفعہ چند خدام مرکز تربیتی کلاس کے لئے

بقیہ صفحہ 5 پر

مرتبہ: ظہیر احمد خان۔ انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن

بنیادی مسائل کے جوابات

نمبر 50

سوال:۔ لندن سے ایک خاتون نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک خطبہ جمعہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کی روشنی میں تیسری جنگ عظیم کے متعلق بیان تنبیہہ کے حوالہ سے اس جنگ کے بارہ میں مزید شواہد دریافت کئے۔ نیز لکھا کہ غیر از جماعت لوگ جنّوں بھوتوں پر یقین رکھتے ہیں، انہیں جنّوں کی حقیقت کیسے سمجھائی جا سکتی ہے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مؤرخہ 17/ دسمبر 2021ء میں ان سوالات کے درج ذیل جواب عطاء فرمائے۔ حضور انور نے فرمایا:۔

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مختلف رویاء و کشوف اور الہامات کے ذریعہ دنیا پر آنے والی جن بڑی بڑی آفات اور زلزلوں کی خبر دی ہے ان میں پانچ ہولناک تباہیوں کا خاص طور پر ذکر ہے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

پانچ زلزلوں کے آنے کی نسبت خدا تعالیٰ کی پیشگوئی جس کے الفاظ یہ ہیں ’’چمک دکھلاؤں گا تم کو اِس نشان کی پنج بار‘‘۔ اِس وحی الٰہی کا یہ مطلب ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ محض اس عاجز کی سچائی پر گواہی دینے کیلئے اور محض اس غرض سے کہ تا لوگ سمجھ لیں کہ میں اُس کی طرف سے ہوں پانچ دہشت ناک زلزلے ایک دوسرے کے بعد کچھ کچھ فاصلہ سے آئیں گے تا وہ میری سچائی کی گواہی دیں اور ہر ایک میں اُن میں سے ایک ایسی چمک ہو گی کہ اس کے دیکھنے سے خدا یاد آجائے گا اور دلوں پر اُن کا ایک خوفناک اثر پڑے گا اور وہ اپنی قوت اور شدت اور نقصان رسانی میں غیر معمولی ہوں گے جن کے دیکھنے سے انسانوں کے ہوش جاتے رہیں گے۔

(تجلیات الٰہیہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 395)

ان آفات کی ہولناکی اور شدت بیان کرتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض اُن میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہو گی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہو گی اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائیں گے کہ گویا اُن میں کبھی آبادی نہ تھی اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین اور آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی۔۔۔۔۔کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم اِن زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ انسانی کاموں کا اُس دن خاتمہ ہو گا یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک اُن سے محفوظ ہے میں تو دیکھتا ہوں کہ شاید اُن سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے۔ اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 268، 269)

ان انذاری پیشگوئیوں میں زلزلہ کے الفاظ سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ یہ آفات صرف زلزلہ کی صورت میں ہی دنیا پر نازل ہوں گی۔ بلکہ ان سے مراد زلزلوں ہی کی طرح تباہی پھیلانے والی کوئی اور آفات بھی ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

خدا تعالیٰ کے کلام میں استعارات بھی ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنۡ کَانَ فِیۡ ہٰذِہٖۤ اَعۡمٰی فَہُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ اَعۡمٰی وَاَضَلُّ سَبِیۡلًا ﴿۷۳﴾ (بنی اسرائیل:73) لہٰذا ممکن تھا کہ زلزلہ سے مراد اور کوئی عظیم الشان آفت ہوتی جو پورے طور پر زلزلہ کا رنگ اپنے اندر رکھتی۔ مگر ظاہر عبارت بہ نسبت تاویل کے زیادہ حق رکھتی ہے پس دراصل اس پیشگوئی کا حلقہ وسیع تھا لیکن خدا تعالیٰ نے دشمنوں کا منہ کالا کرنے کیلئے ظاہر الفاظ کی رو سے بھی اس کو پورا کر دیا اور ممکن ہے کہ بعد اس کے بعض حصے اس پیشگوئی کے کسی اور رنگ میں بھی ظاہر ہوں لیکن بہرحال وہ امر خارقِ عادت ہو گا جس کی نسبت یہ پیشگوئی ہے۔۔۔ پس یہ پیشگوئی بلا شبہ اوّل درجہ کی خارق عادت امر کی خبر دیتی ہے اور ممکن ہے کہ اس کے بعد بھی کچھ ایسے حوادث مختلف اسبابِ طبعیہ سے ظاہر ہوں جو ایسی تباہیوں کے موجب ہو جائیں جو خارقِ عادت ہوں پس اگر اس پیشگوئی کے کسی حصہ میں زلزلہ کا ذکر بھی نہ ہوتا تب بھی یہ عظیم الشان نشان تھا کیونکہ مقصود تو اس پیشگوئی میں ایک خارقِ عادت تباہی مکانوں اور جگہوں کی ہے جو بے مثل ہے زلزلہ سے ہو یا کسی اور وجہ سے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 161)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور علیہ السلام کو بتائی جانے والی ان غیب کی خبروں کے عین مطابق دنیا دو عالمی جنگوں، طاعون کی وبا اور دنیا کے اکثر حصوں میں آنے والے غیر معمولی زلزلوں کی صورت میں چار نشانوں کے پورا ہونے کا ایک مرتبہ مشاہدہ کر چکی ہے، جن میں انسانی اور حیوانی جانوں، چرند پرند اور عمارتوں کا غیر معمولی نقصان ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو خاص طور پر پانچ نشانوں کے ظاہر ہونے کی خبر دی تھی۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ پانچواں نشان کس صورت میں ظاہر ہوتا ہے، کسی غیر معمولی زلزلہ کی شکل میں یا کسی عالمی وبا کی صورت میں یا تیسری عالمی جنگ کے طور پر دنیا پر تباہی لے کر آتا ہے۔ لیکن یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اگر دنیا نے عقل نہ کی اور اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع نہ کیا تو جس طرح پہلے چار نشان پورے ہوئے ہیں، یہ پانچواں نشان بھی پورا ہو گا اور اس کے بعد جیسا کہ ان پیشگوئیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اسلام کو ان شاء اللہ غیر معمولی غلبہ نصیب ہو گا۔ اسی مضمون کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے 1967ء کے دورہ یورپ کے دوران حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مذکورہ بالا پیشگوئی کی روشنی میں بیان فرمایا تھا، جس کا آپ نے اپنے خط میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ حضورؒ نے فرمایا:۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اسلام کی صداقت کے ثبوت کے طور پر سینکڑوں بلکہ ہزاروں نشانات دنیا کے سامنے پیش کئے جن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر پانچ عظیم تباہیوں کے بارے میں پیشگوئی فرمائی۔ دو پہلی اور دوسری جنگ عظیم کی صورت میں عظیم الشان طور پر پوری ہوئیں۔ تیسری ہولناک تباہی کے مہیب آثار آسمان پر ہویدا ہیں جس کے اثرات نہایت ہی خوفناک اور تباہ کن ہوں گے۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ خبر بھی دی کہ اس تیسری تباہی کے ساتھ غلبۂ اسلام کا زمانہ بھی وابستہ ہے۔

اس تباہی سے بچنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ انسان سچے راستے کو اختیار کرے اور وہ راستہ اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قہر عنقریب اس دنیا پر نازل ہونے والا ہے۔ تباہی کی آگ بھڑک اٹھی ہے۔ آؤ! اور استغفار کے آنسوؤں سے اس آگ کے لپکتے ہوئے شعلوں کو سرد کرو۔ آؤ! اور محمد رسول اللہ ﷺ کے رحم و کرم کے ٹھنڈے سائے تلے پناہ حاصل کر لو۔ اٹھو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک زندہ تعلق قائم کرو۔ آؤ! اگر تم اس بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا چاہتے ہو۔

(خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ 11/ اگست 1967ء خطبات ناصر جلد اوّل صفحہ 808)

باقی جہاں تک جنّوں اور بھوتوں کے تصور کی بات ہے تو غیر از جماعت لوگوں میں جنّوں اور بھوتوں کے بارہ میں جو تصور پایا جاتا ہے، قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ البتہ قرآن کریم اور احادیث میں جنّ کا لفظ کثرت کے ساتھ اور مختلف معنوں میں آیا ہے اور ہر جگہ سیاق و سباق کے مطابق اس لفظ کے معانی ہوں گے۔

جنّ کے بنیادی معنی مخفی رہنے والی چیز کے ہیں۔ جو خواہ اپنی بناوٹ کی وجہ سے مخفی ہو یا اپنی عادات کے طور پر مخفی ہو اور یہ لفظ مختلف صیغوں اور مشتقات میں منتقل ہو کر بہت سے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور ان سب معنوں میں مخفی اور پس پردہ رہنے کا مفہوم مشترک طور پر پایا جاتا ہے۔

چنانچہ جنّ والے مادہ سے بننے والے مختلف الفاظ مثلاً جَنَّ سایہ کرنے اور اندھیرے کا پردہ ڈالنے، جنین ماں کے پیٹ میں مخفی بچہ، جنون وہ مرض جو عقل کو ڈھانک دے، جنان سینہ کے اندر چھپا دل، جَنَّۃ باغ جس کے درختوں کے گھنے سائے زمین کو ڈھانپ دیں، مَجَنَّۃ ڈھال جس کے پیچھے لڑنے والا اپنے آپ کو چھپا لے، جانٌّ سانپ جو زمین میں چھپ کر رہتا ہو، جَنَن قبر جو مردے کو اپنے اندر چھپا لے اور جُنَّۃ اوڑھنی جو سر اور بدن کو ڈھانپ لے کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

پھر جنّ کا لفظ باپردہ عورتوں کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ نیز ایسے بڑے بڑے رؤسا اور اکابر لوگوں کیلئے بھی بولا جاتا ہے جو عوام الناس سے اختلاط نہیں رکھتے۔ نیز ایسی قوموں کے لوگوں کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے جو جغرافیائی اعتبار سے دور دراز کے علاقوں میں رہتے اور دنیا کے دوسرے حصوں سے کٹے ہوئے ہیں۔

اسی طرح تاریکی میں رہنے والے جانوروں اور بہت باریک کیڑوں مکوڑوں اور جراثیم کیلئے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اسی لئے حضور ﷺ نے رات کو اپنے کھانے پینے کے برتنوں کو ڈھانپ کر رکھنے کا ارشاد فرمایا اور ہڈیوں سے استنجا سے منع فرمایا اور اسے جنوں یعنی چونٹیوں، دیمک اور دیگر جراثیم کی خوراک قرار دیا۔

علاوہ ازیں جنّ کا لفظ مخفی ارواح خبیثہ یعنی شیطان اور مخفی ارواح طیبہ یعنی ملائکہ کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا مِنَّا الصّٰلِحُوۡنَ وَمِنَّا دُوۡنَ ذٰلِکَ (سورۃ الجن:12) یعنی ہم میں سے کچھ نیک لوگ ہیں اور کچھ اس کے خلاف بھی ہیں۔

پس جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے کہ ہر جگہ سیاق و سباق کے اعتبار سے اس لفظ کے معانی ہوں گے۔

جنّوں کے متعلق میرا ایک تفصیلی جواب الفضل انٹرنیشنل 25/ جون 2021ء میں اردو میں اور الحکم 02/ جولائی 2021ء میں انگریزی زبان

میں شائع ہو چکا ہے، وہاں سے بھی اس بارہ میں استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

سوال:۔ جرمنی سے ایک خاتون نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں استفسار بھجوایا کیا کہ قرآن کریم میں حوروں کا جو ذکر ہے، غیر از جماعت لوگ اس کا غلط مطلب نکالتے ہیں۔ ان حوروں سے اصل میں کیا مراد ہے؟ اسی طرح انہوں نے پوچھا کہ شادی کے بعد عورت کیلئے خاوند کا نام اپنانا ضروری ہے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مؤرخہ 20/ دسمبر 2021ء میں ان سوالات کے بارہ میں درج ذیل ارشادات فرمائے۔ حضور انور نے فرمایا:۔

جواب:۔ جنت کی نعماء کے بارہ میں قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ میں جو امور بیان ہوئے ہیں وہ سب تمثیلی کلام ہے اور صرف ہمیں سمجھانے کیلئے ان چیزوں کی دنیاوی اشیاء کے ساتھ مماثلت بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ (الرعد:36) یعنی اس جنت کی مثال جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے (یہ ہے)۔

پھر اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ (السجدہ:18) یعنی کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کیلئے ان کے اعمال کے بدلہ کے طور پر کیا کیا آنکھیں ٹھنڈی کرنے والی چیزیں چھپا کر رکھی گئی ہیں۔

اسی طرح حضور ﷺ نے فرمایا۔ يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالَى أَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ ذُخْرًا مِنْ بَلْهِ مَا أُطْلِعْتُمْ عَلَيْهِ (صحیح بخاری کتاب التفسیر) یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا ہے۔ وہ نعمتیں ایسا ذخیرہ ہیں کہ ان کے مقابل پر جو نعمتیں تمہیں معلوم ہیں ان کا کیا ذکر۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس بارہ میں فرماتے ہیں:

خدا نے بہشت کی خوبیاں اس پیرایہ میں بیان کی ہیں جو عرب کے لوگوں کو چیزیں دل پسند تھیں وہی بیان کر دی ہیں تا اس طرح پر ان کے دل اس طرف مائل ہو جائیں اور دراصل وہ چیزیں اور ہیں یہی چیزیں نہیں۔ مگر ضرور تھا کہ ایسا بیان کیا جاتا تا کہ دل مائل کئے جائیں۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 424)

سورۃ السجدۃ کی مذکورہ بالا آیت کی وضاحت کرتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

کوئی نفس نیکی کرنے والا نہیں جانتا کہ وہ کیا کیا نعمتیں ہیں جو اس کیلئے مخفی ہیں۔ سو خدا نے ان تمام نعمتوں کو مخفی قرار دیا جن کا دنیا کی نعمتوں میں نمونہ نہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ دنیا کی نعمتیں ہم پر مخفی نہیں ہیں اور دودھ اور انار اور انگور وغیرہ کو ہم جانتے ہیں اور ہمیشہ یہ چیزیں کھاتے ہیں۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ وہ چیزیں اور ہیں اور ان کو ان چیزوں سے صرف نام کا اشتراک ہے۔ پس جس نے بہشت کو دنیا کی چیزوں کا مجموعہ سمجھا اس نے قرآن شریف کا ایک حرف بھی نہیں سمجھا۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 397، 398)

ان نعمتوں کے مخفی رکھنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

خدا کے چھپانے میں بھی ایک عظمت ہوتی ہے اور خدا کا چھپانا ایسا ہے جیسے کہ جنت کی نسبت فرمایا فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ (کہ کوئی جی نہیں جانتا کہ کیسی کیسی قُرَّةِ اَعْيُنٍ ان کیلئے پوشیدہ رکھی گئی ہے) در اصل چھپانے میں بھی ایک قسم کی عزت ہوتی ہے جیسے کھانا لایا جاتا ہے تو اس پر دسترخوان وغیرہ ہوتا ہے تو یہ ایک عزت کی علامت ہوتی ہے۔

(البدر نمبر 11، جلد 1، مؤرخہ 9/ جنوری 1903ء صفحہ 86)

جنت کی حوروں کا معاملہ بھی تمثیلی کلام پر مبنی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے چار جگہوں پر حوروں کا ذکر فرمایا ہے۔ پہلی دو جگہ (سورۃ الدخان اور سورۃ الطور) میں فرمایا کہ ہم جنتیوں کو بڑی بڑی سیاہ آنکھوں والی حوروں کے ساتھ ازدواجی رشتہ میں باندھ دیں گے اور باقی دو جگہ (سورۃ الرحمٰن اور سورۃ الواقعہ) میں ان حوروں کی صفات بیان کی گئی ہیں کہ وہ خیموں میں محفوظ یاقوت و مرجان موتیوں کی طرح ہوں گی۔ یعنی شرم و حیا سے معمور، نیک، پاکباز، خوبصورت اور خوب سیرت ہوں گی۔

پس قرآن کریم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حوروں سے مراد نیک اور پاک جوڑے ہیں جو جنت میں مومن مردوں اور مومن عورتوں کے ساتھ ازدواجی رشتہ میں بندھے ہوں گے اور انہیں بطور انعام ملیں گے۔ ان جوڑے کی کیفیت کیا ہو گی؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ انسان کو اس کا علم اسی وقت ہو گا جب وہ جنت میں جائے گا۔

باقی جہاں تک اس بارہ میں قرآنی تفاسیر کا تعلق ہے تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ البقرہ کی آیت وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جنتیوں کو وہاں پاک ساتھی یعنی پاک بیویاں اور پاک خاوند ملیں گے جو ایک دوسرے کی روحانی ترقی میں مدد کرنے والے ہونگے۔ اس لئے اس دنیا کے میاں بیوی اگر اگلے جہاں میں بھی اکٹھا رہنا چاہتے ہیں تو مرد کو اپنی نیکی کے ساتھ اپنی بیوی کی نیکی کا بھی خیال رکھنا چاہئے اور عورت کو اپنی نیکی کے ساتھ اپنے خاوند کی نیکی کا بھی خیال رکھنا چاہئے اور دونوں کو ایک دوسرے کو نیک بنانے کی کوشش کرنی چاہئے تا کہ ایسا نہ ہو کہ میاں جنت میں ہو اور بیوی دوزخ میں ہو یا بیوی جنت میں ہو اور میاں دوزخ میں ہو۔

(ملخص از تفسیر کبیر جلد اوّل صفحہ 252)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ سورۃ الدخان کی آیت وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۲۱﴾ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم ان کی ازواج کو حور بنا دیں گے اور انہیں ازدواجی رشتہ میں باندھیں گے۔ پھر اس سے اگلی آیت میں فرمایا کہ ہم ان کے ساتھ جنت میں ان کی اولاد کو بھی جمع کر دیں گے۔ اس جگہ بیوی کا ذکر اس لئے چھوڑ دیا کہ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۲۱﴾ پہلی آیت میں آ چکا ہے۔

حضرت نبی کریم ﷺ نے ایک بڑھیا سے کہا کہ جنت میں کوئی بوڑھی نہیں جائے گی۔ تو اس نے رونا شروع کر دیا کہ یا رسول اللہ میں کہاں مروں کھپوں گی؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے یہ تو نہیں کہا کہ تم نہیں جاؤ گی۔ میں نے یہ کہا ہے کہ جنت میں کوئی بوڑھی نہیں جائے گی۔ تم جوان ہونے کی حیثیت میں وہاں جاؤ گی۔ تو جب بوڑھی وہاں جوان ہونے کی حیثیت میں جائے گی تو بدصورت وہاں خوبصورت حیثیت میں جائے گی۔ جو لنگڑی لولی یہاں سے گئی ہے وہاں صحت مند اعضا، بھرپور نشوونما کے ساتھ جائے گی۔ تو وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۲۱﴾ کہ ان کے ساتھ ازدواجی رشتہ میں باندھا جائے گا بڑھیا سے نہیں، جس حالت میں اس نے اس دنیا میں اپنی بیوی چھوڑی بلکہ حُوْرٍ عِيْنٍ کے ساتھ جو جوان بھی ہو گی، خوبصورت بھی ہو گی، نیک بھی ہو گی۔ بہرحال یہاں حور کا لفظ زوج کی حیثیت سے آیا ہے۔

(ملخص از خطبہ جمعہ مؤرخہ 19/ فروری 1982ء خطبات ناصر جلد نہم صفحہ 386-387)

شادی کے بعد بیوی کیلئے خاوند کا نام اپنانے کا سوال کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے۔ جس کی پابندی ضروری ہو۔ اگر دل چاہے تو اپنا لیا جائے اور اگر دل نہ چاہے تو نہ اپنائے اور اگر سرکاری کاغذات میں نام اپنانا لازمی ہو تو اپنا لینا چاہئے، اس میں کوئی حرج کی بات بھی نہیں۔

بقیہ: میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا...... از صفحہ 3

تشریف لائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان سے واپس جاکر اجلاسات و کلاسز منعقد کر کے سیکھی ہوئی تعلیم کو آگے دوسرے خدام تک پہنچانے اور انہیں سکھانے کے حوالہ سے فرمایا:

’’آپ نوجوانوں کا فرض ہے کہ یہاں آئیں اور دین سیکھیں اور پھر جو کچھ سیکھیں اسے اپنی ذات تک ہی محدود نہ رکھیں بلکہ اپنی مجلس میں واپس جاکر دوسرے دوستوں کو بھی بتائیں کہ آپ نے یہاں آ کر کیا کچھ سیکھا ہے۔ اپنی مجالس میں واپس جاکر وہاں ایک کلاس جاری کر کے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تک روزانہ ایک ماہ یا دو ماہ تک روزانہ دوسرے خدام کو پڑھائیں ورنہ اس بات کا کوئی فائدہ نہیں کہ اتنی بڑی جماعت میں سے 80 یا 150 طالب علم یہاں آئیں اور تعلیم حاصل کریں اور دوسرے سب نوجوانوں کو اس سے محروم رکھا جائے۔ یہ دوسروں پر بہت بڑا ظلم ہے اور اس ظلم میں آپ بھی شریک ہیں کیونکہ آپ یہاں آتے ہیں۔ کلاس میں شامل ہوتے ہیں لیکن آپ نوٹ نہیں لیتے اور اپنے آپ کو اس قابل نہیں بناتے کہ اپنے دوسرے بھائیوں کے سامنے ان دلائل کو رکھیں اور ان کو آیات قرآنیہ سکھائیں اور اس طرح اپنے آپ کو بھی اور دوسرے نوجوان بھائیوں کو بھی احمدیت کے عالم بنانے کی کوشش کریں۔‘‘

(مشعل راہ جلد 2 صفحہ 40)

خدمت دین کو ایک فضل الٰہی جانو
اس کے بدلے میں کبھی طالب انعام نہ ہو

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’اجلاسوں میں، اجتماعوں میں جلسوں میں آ کر جو سیکھا جاتا ہے۔ وہیں چھوڑ کر نہ چلے جایا کریں۔ یہ تو بالکل جہالت کی بات ہو گی کہ جو کچھ سیکھا ہے وہ وہیں چھوڑ دیا جائے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 423)

پھر 7/ جنوری 2006ء کو اراکین مجلس عاملہ انصار اللہ بھارت کے ساتھ میٹنگ میں ہدایات دیتے ہوئے فرمایا:

’’اب یہ جائزہ لیں کہ کتنے ہیں جو نظام میں سموئے گئے ہیں۔ اگر نہیں سموئے گئے تو ان کی ٹریننگ اور تربیت کا علیحدہ پروگرام بنائیں۔ نئی مجالس کے زعماء، ان کے منتظمین ان کی ٹریننگ کریں۔ ریفریشر کورسز کا انعقاد ہو۔ تربیتی پروگرام ہوں۔ اتنا عرصہ ہوگیا ہے یہ لوگ فعال ممبر نہیں بن رہے۔ اب ان سب کو فعال ہونا چاہئے۔

حضور نے فرمایا: کچھ کو یہاں مرکز میں بلائیں۔ ان کا دس پندرہ روز کا ریفریشر کورس ہو۔ پھر قائدین کو ان کے علاقوں میں بھی بھجوائیں۔ وہاں جا کر ٹریننگ دیں۔ اسی طرح ہر صوبے کے سینٹر میں، مرکز میں ریفریشر کورس ہوں۔ دس پندرہ دن کے لئے لوگ اکٹھے ہوں، ان کی تربیتی کورسز میں اس علاقہ کے مربی صاحب سے مدد لی جاسکتی ہے۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل لندن 3-9/ مارچ 2006ء صفحہ 10)

(ابوسعید)

(بقیہ ان شاءاللہ کل)

عبد السمیع خان۔ استاد جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا

احمدیت کا فضائی دور

ایم ٹی اے۔ تقدیر الٰہی کا زندہ و تابندہ نشان

قسط 4

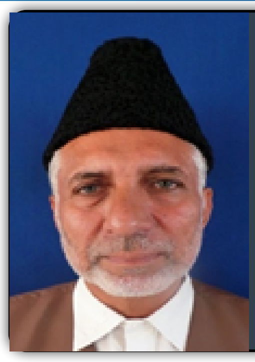

حصہ سوم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی خدا تعالیٰ نے بعینہٖ انہی الفاظ میں آسمانی ندا کی بشارت دی جن الفاظ میں آنحضرت ﷺ اور بزرگان امت نے خبر دی تھی۔

الہامات

آپ کو 12؍دسمبر 1902ء کو الہام ہوا۔ ینادی منادمن السماء۔ ایک منادی آسمان سے پکارے گا۔

(بدر 19؍دسمبر 1902ء۔ تذکرہ صفحہ 446 الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ 1969ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے 1897ء کے الہامات میں یہ عظیم الشان الہام بھی شامل ہے۔ الارض والسماء معک کما ھو معی

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 83)

زمین و آسمان تیرے ساتھ ہیں جیسا کہ وہ میرے ساتھ ہیں۔ اس الہام کی تشریح کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اس الہام کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک ایسے ترجمے کے ساتھ پیش کیا ہے جو خود اپنی ذات میں ایک تشریح اور تفسیر کے معنی رکھتا ہے۔ فرماتے ہیں یعنی آسمان اور زمین تیرے ساتھ ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آسمانی طاقتیں اور خدائی نوشتے تیری تائید کریں گے۔ اس زمین پر تو اپنی کوشش کر لیکن آسمان سے ایسی ہوائیں چلائی جائیں گی جو تیری مددگار ثابت ہوں گی۔ اس زمانہ میں آسمان کس طرح ساتھ تھا یہ فرشتوں کا نزول ہو رہا تھا۔ قادیان میں طرح طرح کے آسمانی نشان دکھائے جا رہے تھے۔ خود اس سال میں یعنی 1997ء یعنی 97 کے لحاظ سے دہرایا جا رہا ہے۔ عظیم الشان نشانات اس سال دکھائے گئے تھے۔ ان کا ذکر بعد میں کروں گا لیکن یہاں میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہی الہام ایک نیا رنگ اختیار کر جاتا ہے جب اس کو 1997ء میں پڑھتے ہیں۔ آسمان کا ساتھ ہونا ایم ٹی اے کی طرف بھی اشارہ کر رہا ہے اور یہ امر واقعہ ہے کہ ایم ٹی اے کے ذریعہ کل عالم میں آسمان نے جو گواہیاں دی ہیں وہ حیرت انگیز ہیں۔ اس کثرت کے ساتھ وحدت ہوئی ہے کہ جب ہم اس الہام کو 1897ء کی بجائے 1997ء میں پڑھتے ہیں تو پھر اس کے معنی ہیں آسمان اور زمین تیرے ساتھ ہیں۔ یعنی خدا تعالیٰ کی وہ آسمانی طاقتیں جو ابھی ظہور میں نہیں آئیں وہ بھی تیرے ساتھ ہوں گی جیسا کہ وہ میرے ساتھ ہیں۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے جس خدا کو پیش کیا وہ جیسا کہ آسمان پر تھا ویسا ہی زمین پر ظاہر ہوا۔ مراد یہ نہیں ہے کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو باقی انبیاء پر فوقیت عطا ہوئی ہے۔ ہر نبی کے ساتھ آسمان کا خدا اترتا رہا ہے اور اس کے زمین پر اترنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ زمینی طاقتیں آسمانی طاقتوں کے سائے تلے اس کے ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔

پس اس پہلو سے ہم جب اس سال اس الہام کو پڑھتے ہیں تو آسمان ہمارے ساتھ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ آسمان کی متحرک طاقتیں وہ ریڈیائی وجود جس کا پہلے علم نہیں تھا اب کلیۃً جماعت احمدیہ کی تائید میں ظاہر ہو چکا ہے اور رونما ہو رہا ہے اور اس کے نتیجے میں ان شاءاللہ تعالیٰ دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا ہو گا اور پہلے سے بڑھ کر ہو گا۔“

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن 12؍ستمبر 1997ء خطبہ جمعہ 25؍جولائی 1997ء)

ہے ہو گیا غلبہ ہواؤں پر نصیب
آج اپنا بادباں ہے ایم ٹی اے
تیرتے ہیں ہم ہوا کے دوش پر
برکتوں کا سائباں ہے ایم ٹی اے

ہوا میں تیرنے کا لطیف کشف

حضرت مسیح موعودؑ کے مندرجہ الہام سے 4 دن پہلے ایک کشف میں ہوا میں تیرنے کا ذکر ہے۔ جس سے حضرت مصلح موعودؓ نے لطیف استنباط فرمایا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا 8؍دسمبر 1902ء کا کشف ہے۔

”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں ہوا میں تیر رہا ہوں اور ایک گڑھا ہے مثل دائرہ کے گول اور اس قدر بڑا جیسے یہاں سے نواب صاحب کا گھر (مسجد مبارک سے نواب محمد علی خان صاحب کا گھر) اور میں اس پر ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر تیر رہا ہوں۔ سید محمد احسن صاحب کنارے پر تھے میں نے ان سے کہا کہ دیکھ لیجئے کہ عیسیٰ تو پانی پر چلتے تھے اور میں ہوا پر تیر رہا ہوں۔ حامد علی میرے ساتھ ہے اور اس گڑھے پر ہم نے کئی پھیرے کئے نہ ہاتھ نہ پاؤں ہلانے پڑتے ہیں اور بڑی آسانی سے ادھر ادھر تیر رہے ہیں۔“

(البدر 12؍دسمبر 1902ء تذکرہ صفحہ 445 الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ 1969ء)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ اس کشف کی تعبیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”حضرت مسیحؑ کے متعلق انجیل میں ذکر آتا ہے کہ وہ پانی پر چلے۔ لوگ سمجھتے تھے کہ واقعہ میں حضرت مسیح علیہ السلام پانی پر اپنے پاؤں سے چلتے تھے۔ حالانکہ یہ ان کا ایک کشف تھا جس میں انہیں بتایا گیا تھا کہ ان کی قوم کی بحری طاقت زیادہ ہو گی مگر اس عقدہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کشف نے ہی حل کیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ دیکھا کہ میں ہوا میں تیر رہا ہوں۔ اس کشف میں جہاں یہ اشارہ ہے کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے جب کہا کہ میں پانی پر چل رہا ہوں تو درحقیقت آپ نے اپنا ایک کشف ہی بیان فرمایا تھا جسے لوگوں نے بعد میں بگاڑ کر کچھ کا کچھ بنا دیا اور اس کشف کا مطلب یہ تھا کہ میری قوم کسی زمانے میں بہت بڑی بحری طاقت حاصل کرے گی۔ وہاں اس کشف میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ آئندہ ہوائی جہازوں کا زور زیادہ ہو جائے گا اور بحری جہاز صرف سیر و سیاحت کے لئے رہ جائیں گے۔ زیادہ تر کام ہوائی جہازوں سے ہی لیا جائے گا اور بحری جہازوں کے مقابلہ میں ان کی اہمیت بہت بڑھ جائے گی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں اب ایسا ہی ہو رہا ہے۔“

(روزنامہ الفضل قادیان 3؍جون 1944ء)

ہے لے گیا ہم کو فضائی دور میں
مثلِ طائر پر فشاں ہے ایم ٹی اے
دور اونٹوں، گاڑیوں کا لد چکا
راکٹوں کا ترجماں ہے ایم ٹی اے

اس زمانہ میں ہواؤں میں تیرنے کے یہ معنی بھی ظاہر ہوتے ہیں کہ مسیح موعود علیہ السلام کو ہواؤں پر غلبہ دیا جائے گا اور ان فضائی ذرائع سے وہ مسیح کی قوم پر غالب آئیں گے۔

اس رؤیا میں گول گڑھے سے ڈش مراد لینا بعید از قیاس نہیں ہے۔ جس پر تیرنے کے لئے ہاتھ پاؤں ہلانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ حامد علیؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خادم تھے۔ اس رؤیا میں حامد علی سے مراد علیؓ کا مثیل چوتھا خلیفہ بھی ہو سکتا ہے۔ جو ہمہ وقت مسیح موعود کی خدمت میں کمربستہ ہے اور اس کو حامد کہہ کر اس لئے پکارا ہے کہ وہ کثرت سے حمد کرنے والا ہے اور مسیح موعود کے ساتھ ہوا میں تیر رہا ہے۔ ہواؤں میں اڑنے اور تیرنے کے اس مضمون کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے حمد اور شکر کے ساتھ باندھ کر یوں بیان فرمایا ہے:

اسلام کی ترقی کی راہ پر آگے بڑھتے رہیں۔ آپ جو کل چل رہے تھے، آج دوڑ رہے ہیں۔ آپ جو آج دوڑ رہے ہیں ان کو فضا میں اڑنا بھی نصیب ہوا ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا اب یہ فیصلہ ہے کہ مسیح محمدی کے لئے آسمان کی فضائیں مسخر کی جائیں گی اور ان تمام مراتب میں جو آسمانی سفروں سے تعلق رکھتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے غلاموں کو سب دنیا کی دوسری قوموں اور انسانوں پر ایک برتری عطا ہو گی۔

پس یہ آسمانی سفر کا آغاز ہوا ہے۔ یہ ایم ٹی اے کی لہریں جو تمام دنیا میں آسمان سے اترتی ہیں یہ اس سفر کا آغاز ہے۔ ابھی بہت کچھ ہے جو آگے آنے والا ہے اگلی صدیاں جو کچھ دیکھیں گی آپ یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود تصور بھی نہیں کر سکتے کہ کتنی بڑی عظمتوں کی بناڈالی جا چکی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا شکر ادا کرتے ہوئے آگے بڑھیں۔

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل 4؍جولائی 1997ء)

ہے بلند سے بلند تر عظیم سے عظیم تر
قریب سے قریب تر خدائے مہربان ہے
ہے گونج شش جہات میں صدائے حق شناس کی
اب احمدی جیالوں کی زد میں آسمان ہے

نزول بجلی کی مانند

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے روحانی غلبہ کی کیفیات اور ذرائع کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

ینزل الامر من الفوق من غیر تدبیر المدبرین کان المسیح ینزل کالمطر من السماء واضعًا یدیہ علی اجنحۃ الملائکۃ لا علی اجنحۃ حیل الدنیا والتدابیر الانسانیۃ وتبلغ دعوتہ وحجتہ الی اقطار الارض باسرع اوقات کبرق یبدو من جھۃ فاذا ھی مشرقۃ فی جھات فکذلک یکون فی ھذا الزمان… فیجتمع فرق الشرق والغرب والشمال والجنوب۔

(خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 284-285)

یعنی مدبروں کی تدبیر کے بغیر تمام چیزیں اوپر سے نیچے آئیں گی گویا مسیح بارش کی طرح فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھ کر آسمان سے اترے گا۔ انسانی تدبیروں اور دنیاوی حیلوں کے بازوؤں پر اس کا ہاتھ نہیں ہو گا اور اس کی دعوت اور حجت زمین میں چاروں طرف بہت جلد

پھیل جائے گی۔ اس بجلی کی طرح جو ایک سمت میں ظاہر ہو کر ایک دم میں سب طرف چمک جاتی ہے۔ یہی حال اس زمانہ میں واقعہ ہوگا اس وقت مشرق اور مغرب شمال اور جنوب کے فرقے خدا کے حکم سے جمع ہو جائیں گے۔

اس پیشگوئی میں آسمان سے نازل ہونے والی بارش، فرشتوں، بجلی اور چاروں سمتوں کا ذکر قابل توجہ ہیں۔ کیونکہ یہ سب باتیں اس پیشگوئی میں مشترک ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی آمد ثانی کے لئے کی ہے۔ دوبارہ ملاحظہ فرمائیں۔

ایک مقدس خواہش

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میری بڑی آرزو ہے کہ ایسا مکان ہو کہ چاروں طرف ہمارے احباب کے گھر ہوں اور درمیان میں میرا گھر ہو اور ہر ایک گھر میں میری ایک کھڑکی ہو کہ ہر ایک سے ہر ایک وقت واسطہ و رابطہ رہے۔''

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ صفحہ 24 سٹیم پریس قادیان طبع سوم 1935ء)

دنیا کے کسی بھی قانون اور طریق سے اس خواہش کے پورا ہونے کا قطعاً کوئی امکان نہیں ہے کیونکہ ایک مکان کے گرد کروڑوں بلکہ اربوں احمدیوں کے مکانات ہوں اور ہر ایک گھر میں اس کی کھڑکی کھلے ناممکن ہے۔ مگر اس خدا نے جس نے خود ایک پاک دل میں یہ خواہش پیدا کی تھی اسے ممکن کر دکھایا ہے اور آج ایم ٹی اے کی شکل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک ایسا عالمی مکان میسر آ گیا ہے جس کے چاروں طرف احمدی بستے ہیں اور ہر گھر سے ہر وقت رابطہ ہے۔

مسیح موعود کا جانشین اور اس کا مقرر کردہ نظام ہمہ وقت تمام احمدیوں کی رہنمائی پر مستعد ہے۔ صرف ٹیلی ویژن کی کھڑکی کھولنے کی دیر ہے اور روحانی مائدہ سے سیرابی شروع ہو جاتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس خواہش کو حضرت مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے جنوری 1900ء میں تحریر فرمایا اور جیسا کہ اگلے باب اور ایم ٹی اے کے سفر میں ذکر آئے گا۔ 1901ء سے خدا تعالیٰ نے اس خواہش کی تکمیل کے سامان شروع فرما دیئے جو اس زمانہ میں اپنے کمال کو پہنچ گئے ہیں اور دو طرفہ تعلقات کے ذریعہ ٹیلی ویژن کی یہ کھڑکی اور زیادہ مؤثر ہوتی جا رہی ہے۔

جس مکان کی آرزو مہدی کو تھی
ہو بہو ویسا مکان ہے ایم ٹی اے
سب گھروں میں احمدی احباب کے
کھلنے والی کھڑکیاں ہے ایم ٹی اے

حصہ چہارم

خلفائے سلسلہ کی پیشگوئیاں

حضرت مصلح موعودؓ کی بشارت

حسن و احسان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مثیل حضرت مصلح موعودؓ نے بھی مختلف رنگوں میں اس عالمی مواصلاتی نظام کی خبر دی۔ کہیں واضح بشارات اور کہیں ایسی پاک خواہش کے طور پر جسے خدا نے پیشگوئی میں تبدیل کر کے پورا فرمایا۔

1936ء میں جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر پہلی دفعہ لاؤڈ سپیکر استعمال کیا گیا۔ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے اس ایجاد کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا نشان قرار دیتے ہوئے فرمایا:

''میں سمجھتا ہوں یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک نشان ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی تھی کہ مسیح موعود اشاعت کے ذریعہ اسلام کو کامیاب کرے گا اور قرآن کریم سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کا زمانہ اشاعت کا زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس نشان کی صداقت کے لئے پریس جاری کر دیئے اور پھر آواز پہنچانے کے لئے لاؤڈ سپیکر اور وائرلیس وغیرہ ایجاد کرائے اور اب تو اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ایسا دن بھی آ سکتا ہے کہ ہر مسجد میں وائرلیس کا سیٹ لگا ہوا ہو اور قادیان میں جمعہ کے روز جو خطبہ پڑھا جا رہا ہو وہی تمام دنیا کے لوگ سن کر بعد میں نماز پڑھ لیا کریں۔''

(الفضل قادیان مورخہ 29/دسمبر 1936ء)

عالمی درس قرآن

مسجد اقصیٰ قادیان میں پہلی دفعہ 7/ جنوری 1938ء کو لاؤڈ سپیکر لگا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس دن خطبہ جمعہ میں فرمایا:

''اب وہ دن دور نہیں کہ ایک شخص اپنی جگہ پر بیٹھا ہوا ساری دنیا میں درس و تدریس پر قادر ہوگا۔ ابھی ہمارے حالات ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتے، ابھی ہمارے پاس کافی سرمایہ نہیں اور ابھی علمی دقتیں بھی ہمارے راستے میں حائل ہیں۔ لیکن اگر یہ تمام دقتیں دور ہو جائیں اور جس رنگ میں اللہ تعالیٰ ہمیں ترقی دے رہا ہے اور جس سرعت سے ترقی دے رہا ہے اس کو دیکھتے ہوئے سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے قریب زمانے میں ہی یہ تمام دقتیں دور ہو جائیں گی تو بالکل ممکن ہے کہ قادیان میں قرآن اور حدیث کا درس دیا جا رہا ہو اور جاوا کے لوگ اور امریکہ کے لوگ اور انگلستان کے لوگ اور فرانس کے لوگ اور جرمن کے لوگ اور آسٹریلیا کے لوگ اور ہنگری کے لوگ اور عرب کے لوگ اور مصر کے لوگ اور ایران کے لوگ اور اسی طرح تمام ممالک کے لوگ اپنی اپنی جگہ وائرلیس سیٹ لئے ہوئے وہ درس سن رہے ہوں۔ یہ نظارہ کیا ہی شاندار نظارہ ہوگا اور کتنے ہی عالیشان انقلاب کی یہ تمہید ہوگی کہ جس کا تصور کر کے بھی آج ہمارے دل مسرت و انبساط سے لبریز ہو جاتے ہیں۔''

(روزنامہ الفضل قادیان 13/جنوری 1938ء)

1995ء کے عالمی درس قرآن کے ایام میں الفضل کے مطالعہ کے دوران حضرت مصلح موعودؓ کا یہ ارشاد خاکسار کے علم میں آیا تو اسے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں بھجوانے کی توفیق ملی۔ حضور نے 19/ فروری 1995ء کو عالمی درس قرآن میں خلافت احمدیہ کی آسمانی نصرت اور تائید کے ضمن میں یہ پیشگوئی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''اب میں آپ کو بتاتا ہوں دیکھیں! حضرت مصلح موعودؓ کی پیشگوئی یہ اس موقع کے لئے استعمال ہو سکتی تھی۔ بہت عمدہ بات تھی مجھے تو خیال نہیں گیا مگر عبدالسمیع خان صاحب ربوہ نے اس عالمی درس سے متاثر ہو کر ایک پیشگوئی بھجوائی ہے جو اس بات کی مؤید ہے بڑی کھلی کھلی مؤید ہے جو میں بیان کر رہا ہوں کہ اگر آپ نے ایک خلیفہ کی بیعت کی ہے تو درست کی ہے اس خلیفہ کو خدا نے مقرر فرمایا ہے وہ کمزور ہو، ناکارہ ہو خدا اپنے تقرر کی غیرت رکھتا ہے اور حفاظت فرماتا ہے اور اس کے مخالفین کو ضرور نامراد کیا کرتا ہے۔ پس ہر وہ اختلاف جو مخالفت سے اگا ہے وہ اس پودے کی طرح ہے اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ (ابراہیم:27) اسے تو ضرور اکھاڑا جائے گا وہ شجرہ خبیثہ ہے اس کو قرار نہیں ملے گا۔ یہ میں بتا دیتا ہوں Warning کے طور پر۔ لیکن سچے پاک اختلاف جو کثرت سے مجھے ملتے ہیں ان کے خلاف کوئی ردعمل نہیں ہے ہرگز نعوذباللہ من ذالک۔ نہ کسی ایک معین شخص کے متعلق میں اعلان کر رہا ہوں کہ وہ منافق ہے ہرگز نہیں۔ وہ اپنا حال مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ اصول میں نے بتا دیا ہے۔ سمجھا دیا کہ کس طرح پہچانتے ہیں پھر ان کا معاملہ اور خدا کا معاملہ ہے پھر میں بیچ میں سے ایک طرف ہٹ جاؤں گا۔

یہ سنئے مسجد اقصیٰ قادیان میں پہلی دفعہ 7/ جنوری 1938ء کو لاؤڈ سپیکر لگا۔ 1938ء میں سات جنوری کو لاؤڈ سپیکر لگتا ہے اور یہ اتنا بڑا واقعہ ہے اس زمانے کے لحاظ سے کہ حضرت مصلح موعودؓ اس پہ خطبہ دیتے ہیں اور اس وقت میں دس سال کا تھا۔ 1928ء میں پیدا ہوا ہوں آخر پر۔ تو اس وقت وہ خطبے میں فرما رہے ہیں۔ اب وہ دن دور نہیں کہ ایک شخص اپنی جگہ پر بیٹھا ہوا ساری دنیا میں درس و تدریس پر قادر ہو سکے گا۔ اب بتائیں کہ میرے جیسے جاہل نادان بچے کا وہاں موجود ہونا کوئی تصور بھی کر سکتا تھا کہ یہ وہ لڑکا ہوگا جو اٹھے گا اور اس پیشگوئی کا مصداق بنے گا۔ فرماتے ہیں:

''ابھی ہمارے حالات ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتے۔ ابھی ہمارے پاس کافی سرمایہ نہیں اور ابھی علمی دقتیں بھی ہمارے راستے میں حائل ہیں لیکن اگر یہ تمام دقتیں دور ہو جائیں اور جس رنگ میں اللہ تعالیٰ ہمیں ترقی دے رہا ہے اور جس سرعت سے ترقی دے رہا ہے اس کو دیکھتے ہوئے سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے قریب زمانہ میں ہی یہ تمام دقتیں دور ہو جائیں گی تو بالکل ممکن ہے کہ قادیان میں قرآن اور حدیث کا درس دیا جا رہا ہو اور جاوا کے لوگ اور امریکہ کے لوگ اور انگلستان کے لوگ اور فرانس کے لوگ اور جرمنی کے لوگ اور آسٹریلیا کے لوگ اور ہنگری کے لوگ اور عرب کے لوگ اور مصر کے لوگ اور ایران کے لوگ اور اسی طرح تمام ممالک کے لوگ اپنی اپنی جگہ وائرلیس کے سیٹ لئے ہوئے وہ درس سن رہے ہوں۔''

اس طرح خدا اپنے نشان ظاہر کرتا ہے پھر کیوں شکوک اور وہموں میں مبتلا ہو کر تم اپنی عاقبت کے درپے ہوتے ہو لیکن اگر خالص ہو اپنے عہد بیعت میں اور خدا کی تائیدیں تمہیں یقین دلا رہی ہیں کہ یہ درست فیصلہ تھا بیعت کا تو پھر اپنے طرز عمل میں وہ ادب اختیار کرو جو لازم ہے۔ میرے جیسے کمزور انسان کے لئے نہیں بلکہ نفخ روح کے تقاضے کی وجہ سے کیونکہ جس خلیفہ کو خدا بناتا ہے جو اس کی مسند پر بیٹھتا ہے وہ اسی نفخ روح سے برکت پاتا ہے۔ نئی نفخ روح اس پر نہیں ہے لیکن اسی نفخ روح سے برکت پاتا ہے۔ اس لئے اس مقام کو کبھی نظر سے نہیں ہٹانا اور ذاتی طور پر جو میں اپنے آپ کو سمجھتا ہوں مجھے بہتر پتہ ہے، میں نہایت ناکارہ انسان ہوں، علمی لحاظ سے کمزور، بسا اوقات اتنی غلطیاں کرتا ہوں کہ سارے خلفاء نے مل کر جو ظاہری علم کی غلطیاں ہیں۔ میں پھر بتا رہا ہوں ظاہری علوم کی وہ اتنی ان کی نہیں ہوں گی جتنی میں اکیلا ہی کر چکا ہوں اب تک پھر بھی اللہ برداشت فرما رہا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ غلطیاں بشری کمزوریاں ہیں، بچپن کی غلط Schooling کے نتیجے میں۔ میری تربیت اللہ اور طرح فرما رہا تھا سکول کے وہ پڑھنے والے مولوی بن رہے تھے۔ وہ اور طرح بن رہے تھے۔ ظاہری علوم پہ جو نہیں دسترس ہوئی وہ مجھے نصیب نہیں ہوئی میں جانتا ہوں مگر اگر وہ ہوتی تو یہ نہ ہوتا جو اب نصیب ہے اس لئے جن تقاضوں کے پیش نظر اللہ مجھے تیار کر رہا تھا ان میں ان غلطیوں کا شامل ہونا ایک لازمی حصہ ہے اس لئے ان سے کوئی غلط نتیجے

بقیہ صفحہ 9 پر

مدثرہ عباسی۔ لندن

یا عزیز و یا حفیظ و یا رفیق

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ الۡعِزَّۃَ فَلِلّٰہِ الۡعِزَّۃُ جَمِیۡعًا ؕ اِلَیۡہِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُہٗ ؕ وَالَّذِیۡنَ یَمۡکُرُوۡنَ السَّیِّاٰتِ لَہُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ؕ وَمَکۡرُ اُولٰٓئِکَ ہُوَ یَبُوۡرُ ﴿۱۱﴾

(فاطر:11)

اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ جو بھی عزّت کے خواہاں ہیں، پس اللہ ہی کے تصرف میں سب عزت ہے، اسی کی طرف پاک کلمہ بلند ہوتا ہے اور اسے نیک عمل بلندی کی طرف لے جاتا ہے اور وہ لوگ جو بُری تدبیریں کرتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے، ان کا مکر ضرور اکارت جائے گا۔

عزت کا مطلب بھی قوت، طاقت اور غلبہ ہے۔ یہ لکھتے ہیں کہ وہ عزت جو اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کو حاصل ہے یہی ہمیشہ باقی رہنے والی دائمی اور حقیقی عزت ہے۔

پھر لکھتے ہیں کہ آیت مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ الۡعِزَّۃَ فَلِلّٰہِ الۡعِزَّۃُ جَمِیۡعًا اس کے معنی ہیں کہ جو شخص معزز بننا چاہتا ہے اُسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے عزت حاصل کرے۔ کیونکہ سب قسم کی عزت خدا ہی کے قبضہ قدرت میں ہے۔

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو بھی عزّت کے خواہاں ہیں، پس اللہ ہی کے تصرف میں سب عزت ہے۔

پھر فرمایا: اِنَّ الۡعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیۡعًا (یونس:65) لہٰذا واقعی اور حقیقی عزت کی مالک صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس کے بعد اللہ جس کو عزت دے، وہ بھی عزت کا مالک ہوتا ہے لیکن یہ عزت اس کی ذاتی نہیں ہے، بلکہ خداداد ی ہے۔ دنیا یا آخرت یا دونوں جہان میں عزت دیتا اور ذلت دیتا ہے یعنی اپنی مدد، توفیق اور ثواب عطا کر کے جس کو چاہتا ہے دنیا اور آخرت میں عزت بخشتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ترجمہ: کہہ دے اے اللہ! بادشاہی کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لیتا ہے اور جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کر دیتا ہے، تیرے ہی ہاتھ میں ہر بھلائی ہے، بیشک تو ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔

عزت و ذلت دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے۔ دور دراز کے گاؤں، بستیوں سے، چھوٹے اور غریب خاندانوں سے اٹھا کر تختِ حکومت پر بٹھا دینا، غلاموں کو بادشاہت عطا کر دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

میں تھا غریب و بے کس و گمنام بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

پھر دنیا نے دیکھا کہ قادیان کی ایک دور دراز بستی میں جسے کوئی نہ جانتا تھا خدا تعالیٰ نے آپؑ کو مبعوث فرمایا اور پھر کس طرح عزت عطا کی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں:

’’کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ (المجادلہ:22) یعنی خدا نے ابتدا سے لکھ چھوڑا ہے اور اپنا قانون اور اپنی سنت قرار دے دیا ہے کہ وہ اور اس کے رسول ہمیشہ غالب رہیں گے۔ پس چونکہ مَیں اس کا رسول یعنی فرستادہ ہوں بغیر کسی نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے بلکہ اسی نبی کریم خاتم الانبیاء (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ) کا نام پا کر اور اسی میں ہو کر اور اسی کا مظہر بن کر آیا ہوں۔ اس لئے مَیں کہتا ہوں کہ جیسا کہ قدیم سے یعنی آدم کے زمانے سے لے کر آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ تک ہمیشہ مفہوم اس آیت کا سچا نکلتا آیا ہے ایسا ہی اب بھی میرے حق میں سچا نکلے گا۔ کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ جس زمانے میں ان مولویوں اور ان کے چیلوں نے میرے پر تکذیب اور بدزبانی کے حملے شروع کئے اس زمانے میں میری بیعت میں ایک آدمی بھی نہیں تھا۔ گو چند دوست جو انگلیوں پر شمار ہو سکتے تھے میرے ساتھ تھے‘‘ اور فرمایا کہ ’’اِس وقت (جب آپؑ نے یہ لکھا تھا) خدا تعالیٰ کے فضل سے 70 ہزار کے قریب بیعت کرنے والوں کا شمار پہنچ گیا ہے جو نہ میری کوشش سے‘‘ اتنی تعداد ہوئی ہے ’’بلکہ اس ہوا کی تحریک سے جو آسمان سے چلی ہے میری طرف دوڑے ہیں۔ اب یہ لوگ خود سوچ لیں کہ اس سلسلے کے برباد کرنے کے لئے کس قدر انہوں نے زور لگائے اور کیا کچھ ہزار جانکاہی کے ساتھ ہر ایک قسم کے مکر کئے۔ یہاں تک کہ حُکّام تک جھوٹی مخبریاں بھی کیں، خون کے جھوٹے مقدموں کے گواہ بن کر عدالتوں میں گئے اور تمام مسلمانوں کو میرے پر ایک عام جوش دلایا اور ہزارہا اشتہار اور رسالے لکھے اور کفر اور قتل کے فتوے میری نسبت دیئے اور مخالفانہ منصوبوں کے لئے کمیٹیاں کیں۔ مگر ان تمام کوششوں کا نتیجہ بجز نامرادی کے اور کیا ہوا۔ پس اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا تو ضرور ان کی جان توڑ کوششوں سے یہ تمام سلسلہ تباہ ہو جاتا۔ کیا کوئی نذیر دے سکتا ہے کہ اس قدر کوششیں کسی جھوٹے کی نسبت کی گئیں اور پھر وہ تباہ نہ ہوا بلکہ پہلے سے ہزار چند ترقی کر گیا۔ پس کیا یہ عظیم الشان نشان نہیں کہ کوششیں تو اس غرض سے کی گئیں کہ یہ تخم جو بویا گیا ہے اندر ہی اندر نابود ہو جائے اور صفحۂ ہستی پر اس کا نام و نشان نہ رہے۔ مگر وہ تخم بڑھا اور پھولا اور ایک درخت بنا اور اس کی شاخیں دور دور چلی گئیں اور اب وہ درخت اس قدر بڑھ گیا ہے کہ ہزارہا پرند اس پر آرام کر رہے ہیں‘‘

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 380-384)

پس یہ تعداد جو بڑھ رہی ہے اور آج دنیا کے 212 کے قریب ملکوں میں جماعت احمدیہ پھیل گئی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسی وعدے کے مطابق ہے جو طاقتور ہے اور جن پر اپنی رحمت کا انعام نازل فرماتا ہے انہیں پھر غلبہ بھی عطا فرماتا ہے۔ پس بجائے اس کے کہ یہ اعتراض ہو کہ ایک عام آدمی کو کس طرح مقام مل گیا مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر غور کرنا چاہئے اور ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ انہیں بھی یہ پیغام پہنچائیں اور یہ پیغام پہنچانے کا فریضہ احسن رنگ میں سرانجام دینا چاہئے۔

المعز یعنی عزت دینے والا

اَلْمعز کا مطلب ہے کہ وہ جو غالب ہو اور مغلوب نہ ہو۔ یعنی جو دوسروں کو دبا لے اور اُسے کوئی دبا نہ سکے، اس پر غلبہ نہ پا سکے۔

عزت اس حالت کو کہتے ہیں، جس تک پہنچنا آسان نہ ہو۔ اس لیے نادر چیز کو عزیز الوجود کہتے ہیں اور جس پر غالب آنا مشکل ہو اس کو بھی عزیز کہتے ہیں۔ ناقابل تسخیر کو عزیز کہتے ہیں۔ عزت کا بذات خود مالک صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت عزیز ہے۔ جس کا قرآن کریم میں تقریباً سو دفعہ ذکر آیا ہے۔ عزیز خدا تعالیٰ کا نام ہے جو کاملیت اور جامعیت کے لحاظ سے صرف خدا تعالیٰ پر ہی صادق آتا ہے اور وہی ہے جس کی طرف تمام عزتیں منسوب ہیں۔ وہی ہے جو اپنے پر ایمان لانے والوں اور اپنے رسول کو طاقت و قوت عطا فرماتا ہے جو ان کے غلبہ کا موجب بنتی ہے۔ پس اس غالب اور سب طاقتوں کے مالک خدا سے تعلق جوڑنا ہی ایک انسان کو قوت و طاقت عطا فرماتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں تقریباً سَو جگہ مختلف مضامین اور حوالوں کے تحت اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا ذکر ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ اس بارے میں بعض مفسرین نے بعض آیات کی جو تفسیریں کی ہیں ان میں سے چند ایک پیش کرتا ہوں تا کہ اس کے مزید معنی کھل سکیں۔ علامہ فخرالدین رازی اَمۡ عِنۡدَہُمۡ خَزَآئِنُ رَحۡمَۃِ رَبِّکَ الۡعَزِیۡزِ الۡوَہَّابِ کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ ’’عزیز کی صفت بیان کر کے یہ واضح کیا گیا ہے کہ نبوت کا منصب ایک عظیم منصب اور ایک بلند مقام ہے اور اس کو عطا کرنے پر قادر ہستی کے لئے ضروری ہے کہ عزیز ہو یعنی کامل قدرت رکھنے والی ہستی ہو اور وھاب ہو یعنی بہت زیادہ سخاوت کرنے والی ہو اور اس مقام پر فائز صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی کامل قدرتوں والا اور کامل الجود ہے۔ یعنی سخاوت اور بخشش کرنے والا ہے۔‘‘

(تفسیر سورۃ صٓ زیر آیت نمبر 10)

عزت کا مطلب بھی قوت، طاقت اور غلبہ ہے۔ امام راغب لکھتے ہیں کہ وہ عزت جو اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کو حاصل ہے یہی ہمیشہ باقی رہنے والی دائمی اور حقیقی عزت ہے۔

عزیز خدا تعالیٰ کا نام ہے جو کاملیت اور جامعیت کے لحاظ سے صرف خدا تعالیٰ پر ہی صادق آتا ہے اور وہی ہے جس کی طرف تمام عزتیں منسوب ہیں۔ وہی ہے جو اپنے پر ایمان لانے والوں اور اپنے رسول کو طاقت و قوت عطا فرماتا ہے جو ان کے غلبہ کا موجب بنتی ہے۔ پس اس غالب اور سب طاقتوں کے مالک خدا سے تعلق جوڑنا ہی ایک انسان کو قوت و طاقت عطا فرماتا ہے۔

ہمیں اپنا مضبوط تعلق خدا تعالیٰ سے جوڑنا ہے تا پیارا اللہ ہمیں قوت اور طاقت عطا فرماتا رہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری رحمت کے خزانے تمہارے پاس نہیں ہیں بلکہ مَیں جو غالب اور تمام قدرتوں والا ہوں، مَیں ہی جسے چاہے خزانے دیتا ہوں۔ تم تو میری مخلوق ہو۔

پھر یہ کہ تکبر کس بات کا ہے؟ پس اللہ جسے مناسب سمجھتا ہے، اپنی رحمت کے خزانوں میں سے دیتا ہے اور نبوت کا انعام اسے ہی دیتا ہے جس کے لئے سمجھتا ہے کہ یہ بہترین طور پر اس کا حق ادا کرتے ہوئے اس پیغام کو پہنچائے گا۔ تو سب سے بڑھ کر نبوت کا انعام ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا۔

ہمیں ہمیشہ اپنے پیارے رب سے جو کہ المعز ہے عزت حاصل کرنے کے لئے دعا مانگنی چاہئے اور اللہ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیئے۔

میں اپنے مضمون کو حضرت مسیح موعودؑ کے اس شعر پہ ختم کرتی ہوں۔

ہے شکر رب عزوجل خارج از بیاں
جس کے کلام سے ہمیں اس کا ملا نشاں

پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ پس ہمارا کام یہ ہے کہ جہاں اپنے ایمان کی مضبوطی اور ثبات قدم کے لئے اس خدا کے حضور جھکیں وہاں ان ظلموں سے بچنے اور فتح کے نظارے دیکھنے کے لئے بھی اُس قوی اور عزیز خدا کو ہی

بقیہ صفحہ 16 پر

طاہر محمود وینس۔ جرمنی

والد محترم محمود احمد وینس مرحوم کا ذکر خیر

ازل سے خدا کا یہ دستور ہے کہ جو کوئی اس دنیا میں آیا اُس نے اپنے خالقِ حقیقی کی جانب لوٹنا ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنی پوری زندگی خدا اور اُس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے مطابق گزاری اور حقوق اللہ وحقوق العباد کو خوش اسلوبی سے ادا کرتے ہوئے نفسِ مطمئنہ کے ساتھ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ میں آج ایسے ہی اک نیک وفرشتہ صفت انسان کا ذکرِ خیر کرنا چاہوں گا جن کا نام محمود احمد وینس تھا جو کہ میرے والد تھے۔ آپ 2/ اپریل 2022ء کو 82 سال کی عمر میں جرمنی میں وفات پا گئے۔ آپ محترم پروفیسر محمد اسلم صابر صاحب (پروفیسر جامعہ احمدیہ کینیڈا، سابق نائب ناظر بیت المال اور سابق پروفیسر تعلیم الاسلام کالج ربوہ) کے چھوٹے بھائی تھے۔

میرے والد مارچ 1940ء میں سیالکوٹ کے قریب اک گاؤں وینس نیواں میں پیدا ہوئے۔ ایف اے تک تعلیم ربوہ سے حاصل کی اور اس کے بعد 1964ء میں میر پور خاص آ گئے جہاں اک طویل عرصہ امیر ضلع میر پور خاص ڈاکٹر عبد الرحمان صدیقی صاحب مرحوم کے کلینک میں بحیثیت اسسٹنٹ کام کرتے رہے۔ 1975ء کے آس پاس کراچی منتقل ہو گئے اور وہاں پہلے کچھ سال پولٹری فارم میں بطور مینیجر اور اس کے بعد لیدر ٹینری میں مینیجر کے طور پر کام کرتے رہے۔

مرحوم نہایت دعا گو، مستجاب الدعوات اور خوفِ خدا رکھنے والے انسان تھے۔ آپ کا ساری زندگی خدا کے ساتھ زندہ تعلق رہا جس کے گواہ نہ صرف اُن کے اہل وعیال بلکہ دیگر دوست احباب اور غیر بھی تھے۔ خدا کے ساتھ ایسا زندہ تعلق دیکھ کر نہ صرف ایمان کو تقویت ملتی بلکہ روح تک سرشاری محسوس ہوتی۔ تعلق باللہ آپ کا پسندیدہ مضمون تھا اور ہمیں اکثر بزرگان کے قبولیتِ دعا کے واقعات سنایا کرتے۔ حصولِ تعلیم کے دوران آپ جب ربوہ میں مقیم تھے تو حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہؓ کی صحبت میں کچھ وقت گزارا، بالخصوص حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کے ساتھ دعا کرنے کا موقع ملا جس کا ذکر اکثر و بیشتر کرتے تھے۔ آپ حقوق اللہ کا بہت خیال رکھنے والے تھے۔ فرض نمازوں میں باقاعدگی اور نمازِ تہجد مکمل اہتمام کے ساتھ پڑھتے تھے۔ نمازِ فجر کے بعد تلاوت قرآن کریم ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ پڑھتے اور ساتھ ساتھ اپنے نوٹس بھی لیتے جاتے۔ کتب حضرت مسیح موعودؑ و دیگر جماعتی کتب ہمیشہ زیرِ مطالعہ رہتیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار خلفائے احمدیت کا دور دیکھنا نصیب فرمایا۔ خلافت کے سچے عاشق اور نظامِ جماعت کے پابند تھے اور ہمیں بھی ہمیشہ نظامِ جماعت اور خلافت کے ساتھ وفا اور اخلاص کا تعلق رکھنے کی نصیحت کرتے رہتے۔ آپ کو پہلے میر پور خاص اور پھر کراچی میں کم و بیش نصف صدی مختلف جماعتی عہدوں پر کام کرنے کی توفیق ملی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ایسا دل عطا کیا تھا جو ہمیشہ انسانیت کی خدمت کے لئے بے تاب رہتا، کیا اپنے اور کیا پرائے سب ہی اس بات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ مالی لحاظ سے کمزور افراد کی ہمیشہ اپنی استطاعت کے مطابق مدد کرتے، صدقہ وخیرات بہت کثرت سے کرتے اور ہمیشہ اپنی جیب میں کھلے سکے یا چھوٹے نوٹ رکھتے جو راستے میں آتے جاتے فقراء میں تقسیم کرتے۔ تمام عمر آپ کا ایک یہ بھی طریق رہا کہ صبح سویرے اُٹھ کر پوری گلی میں جھاڑو سے صفائی کرتے۔ ہم جہاں کہیں بھی رہائش پذیر رہے وہاں پڑوسی آج بھی آپ کے اعلیٰ اخلاق کے گُن گاتے ہیں۔ اگرچہ لوگ جانتے تھے کہ ہمارا تعلق احمدیہ جماعت سے ہے اور ہمیں مسلمان نہ سمجھتے تھے لیکن اس کے باوجود اُن کو اگر کوئی مشورہ یا مدد درکار ہوتی تو ابو سے ہی بات کرتے۔ اپنے حسنِ اخلاق، ہنس مکھ رویے، دل موہ لینے والی عادات اور خدمتِ خلق کے کاموں کی وجہ سے آپ ہمیشہ لوگوں کے ہر دلعزیز رہے۔ آپ کا اک بنیادی وصف مہمان نوازی بھی تھا مہمان کو کچھ کھلائے پلائے بغیر کبھی رخصت نہ ہونے دیتے۔ بالخصوص مربیان وواقفینِ زندگی کی مہمان نوازی میں تو کوئی کسر نہ اُٹھا رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ ان لوگوں کی خدمت کرنا مجھے خدمتِ دین جتنی عزیز ہے۔ آتے جاتے ہر چھوٹے بڑے کو سب سے پہلے خود سلام کرتے۔ بڑی نیکیوں کے ساتھ ساتھ چھوٹی چھوٹی نیکیوں کا موقع بھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ ہمیشہ کوشش ہوتی کہ اُن کی زبان یا کسی بھی عمل سے کسی کی دل آزاری نہ ہو۔ انسان تو ایک طرف جانوروں اور چرند پرند کا بھی خیال رکھتے۔ ہمیشہ ہماری والدہ کو کہہ کر ایک اضافی روٹی پکواتے اور اُس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے پرندوں کو کھلاتے۔ گوشت کی دکان سے اکثر کچھ حصہ زیادہ خریدتے اور محلے میں موجود جانوروں کو کھلا دیا کرتے۔ وقت کی پابندی، دیانت، محنت اور کام سے وفاداری اُن کے خون میں تھی اور انہیں خصوصیات کیوجہ سے جہاں کہیں کام کیا، وہاں کے مالکان خواہش رکھتے کہ یہ ہمیں کبھی چھوڑ کر نہ جائیں۔ آپ نے جہاں جہاں کام کیا وہاں

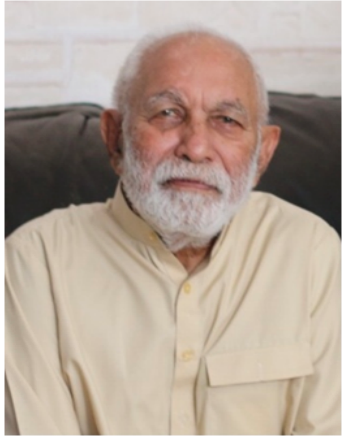

آپ کو مالکانہ سے حقوق حاصل رہے اور تمام افسران اور ماتحت آپ کے دلدادہ تھے۔ آپ کا حسنِ سلوک اپنے ماتحتوں سے قابلِ رشک ہوتا۔ اُن کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے، اُن کے مسائل سنتے اور اعلیٰ افسران سے ہمیشہ اُن کے حقوق کے لئے بات کرتے۔ میر پور خاص اور اُس کے گرد و نواح میں کام کے دوران اکثر اوقات مریضوں کا تعلق ہندو مذہب سے ہوتا تھا۔ کچھ ڈاکٹرز اور طبی عملہ اُن کے علاج میں پس و پیش سے کام لیتا تو ایسے موقع پر والد صاحب نہ صرف اُن کا علاج کرتے بلکہ اُن کے ساتھ بیٹھ کر اُن کے برتنوں میں کھانا بھی کھا لیتے جو کہ اُس دور میں کچھ لوگوں کی نظر میں معیوب سمجھا جاتا تھا۔

آپ اک علم دوست انسان تھے۔ آپ کو مطالعہ کا بے حد شوق تھا۔ کتب اور اخبارات کا باقاعدہ مطالعہ کرتے۔ آپ کے پاس دینی و دنیاوی معلومات کا اک خزانہ تھا جس کیوجہ سے اپنے حلقہ احباب میں خاصے مقبول تھے۔ شعری و شاعری اور ادب سے بہت لگاؤ تھا موقع کی مناسبت سے برمحل شعر سنانا آپ کا خاصہ تھا۔ محدود وسائل کے باوجود ہم بہن بھائیوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ اک بیٹی ڈاکٹر اور تین بیٹے انجنیئر ہیں اور اپنے اپنے شعبہ جات میں کام کر رہے ہیں۔ اپنے دو بچوں کو وقفِ نو کی تحریک میں بھی شامل کیا۔ کوئی نئی چیز سیکھنے پر ہمیشہ ہمیں شاباشی دیتے۔ کوئی اچھا شعر، محاورہ یا اچھی بات سنانے پر حوصلہ افزائی کے طور پر انعام ضرور دیتے۔ آپ اک نڈر اور پرجوش داعی الی اللہ تھے اور جہاں موقع ملتا بلا خوف وخطر جماعت کا پیغام پہنچاتے۔ آپ کو قرآن وحدیث کے بے شمار حوالے زبانی یاد تھے جن سے ہمیشہ اپنی گفتگو کو مزین کرتے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر لگ بھگ 82 برس تھی مگر زندگی بھر آپ کی صحت بہت اچھی رہی صحت کے حوالے سے ہمیشہ سنجیدہ رہے۔ باقاعدگی سے ورزش کرتے، جتنا ممکن ہوتا پیدل چلنے کو ترجیح دیتے۔ کھانے پینے کے معاملے میں بے حد محتاط تھے اور ہمیشہ کم کھانا کھاتے۔

مختصر یہ کہ آپ نہایت اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔ بے حد خوش گفتار اور ملنسار انسان تھے۔ حالات کیسے بھی ہوں ہر حالت میں مسکراتے دیکھا۔ میرے والد صاحب اب اس دنیا میں نہیں ہیں لیکن اُن کی دی ہوئی اعلیٰ دینی و دنیاوی تربیت ہمارے ساتھ ہے۔ وہ ہمارے لئے دعاؤں کا اک خزانہ چھوڑ گئے ہیں جس سے ان شاء اللہ ہم مستفیض ہوتے رہیں گے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے والد کی مغفرت فرمائے اور انہیں جنتِ فردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

بقیہ: احمدیت کا فضائی دور ...... از صفحہ 7

نہ نکالیں مگر خدا کی تائید بہر حال میرے ساتھ ہی رہے گی اور ہر خلیفہ کے ساتھ ہے جب تک مسیح موعود کے اعلیٰ مقاصد پورے نہیں ہوتے اسی طرح جاری رہے گی اور جو شخص اس سے تعلق کاٹ لے گا اس کا خدا سے تعلق کاٹا جائے گا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے۔ اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ اپنے وفا کے تقاضوں کو کماحقہ ادا کریں۔

ایک اور لطیف بات جو عبد السمیع خان صاحب نے اس میں بیان کی ہے کہ عجیب اللہ کی شان ہے کہ 7/ جنوری 1938ء کو حضرت مصلح موعودؓ یہ پیشگوئی کر رہے ہیں اور ماریشس سے اس عالمی پروگرام کے آغاز کا آپ نے اعلان کیا ہے۔ 7/ جنوری کے متعلق بتایا تھا کہ 7/ جنوری سے یہ عالمی پروگرام جو ٹیلی ویژن کے ذریعے تمام عالم کو مربوط کرنے کا انتظام ہے یہ شروع ہو جائے گا۔ تو عین اسی دن یہ پیشگوئی پوری ہوتی ہے اور اللہ کی شان دیکھیں۔ میں تو نکما سا، کھلنڈرا سا لڑکا تھا وہاں بیٹھا ہوتا تھا اپنے کپڑوں کا بھی ہوش نہیں تھا ... تو لوگ مجھے دیکھ کر ہنسا کرتے تھے یہ کس قسم کے بیہودہ لباس میں پھرتا ہے لیکن اللہ کی شان ہے جس کو چاہے جو بنادے اور اس کی تائید پھر ایسی کرتا ہے کہ اس کو پھر کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی وہ آسمان پر چمکتی ہے ... اپنی ذات کو مرکزی نقطہ بنانے کے طور پر پیش نہیں کر رہا محض بعض لوگوں کے شکوک دور کرنے کی خاطر بتا رہا ہوں کہ اس الٰہی منصوبے میں جو اول اور آخر طور پر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی خاطر بنایا گیا تھا اور مسیح موعودؑ کے زمانے میں اس کا ظہور مقدر تھا اس عاجز کو اس کا ایک معمولی ذریعہ بنایا گیا ہے۔ اس لئے یہ سعادت بھی کوئی کم سعادت نہیں ہے۔

(الفضل 7/ جنوری 1999ء)

زمیں سے دیکھ لو جاتی ہے یہ کیسے ستاروں تک
امامِ وقت کی آواز دنیا کے کناروں تک
ادھر بولے اُدھر پہنچے کروڑوں جاں نثاروں تک
حصاروں سے نکل کے مرغزاروں، ریگزاروں تک
برستی آسماں سے ہے مئے عرفان ایم ٹی اے

اللہ تعالیٰ کی عجیب شان ہے کہ 7/ جنوری کو حضرت مصلح موعودؓ نے یہ اعلان فرمایا اور 7/ جنوری کو ہی ایم ٹی اے کی باقاعدہ نشریات شروع ہوئیں۔

(جاری ہے)

امۃ الشافی رومی۔ قادیان

دوسری شرط بیعت

ظلم نہ کرو

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیان فرمودہ دس شرائط بیعت میں سے دوسری شرط بیعت ہے کہ بیعت کنندہ جھوٹ اور زنا اور بد نظری اور ہر ایک فسق وفجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہ ہو گا۔

اس شرط بیعت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 9 برائیوں کا ذکر فرمایا ہے جس میں سے خاکسار اس مضمون میں ظلم نہ کرو کے متعلق اسلامی تعلیمات تحریر کرنا چاہتی ہے۔ اردو لغت میں دیکھیں تو ظلم کے معنی اندھیرا، ستم، بے انصافی، بے رحمی، پاپ، زبردستی، زور اور زیادتی کے ہیں اور جب بھی بے انصافی اور بے رحمی، زور، زبردستی اور زیادتی سے کام لیا جاتا ہے تو گھروں اور معاشرے کا امن وسکون برباد ہو جاتا ہے، فساد اور بے چینی پھیلتی ہے، انسانیت کا خون ہوتا ہے۔ مظلوم تو دکھ اور تکلیف میں مبتلا ہوتا ہی ہے ظالم خود گناہ کا مرتکب ہو کر اپنے اعمال نامہ کو سیاہ کر دیتا ہے اور خدا کی سزا اور غضب کے وارد ہونے کا موجب بنتا ہے۔

اسلامی تعلیمات کی بات کریں تو یہ بات صاف ظاہر ہے کہ اسلام اپنی پرحکمت تعلیمات کے ذریعہ ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے جو ہر فرد بشر کیلئے پرسکون زندگی کا ضامن ہو۔ گویا کہ اسلام ہمیں اپنی پر امن تعلیمات کے ذریعہ جنت نظیر معاشرہ قائم کرنے کی ضمانت دیتا ہے۔

یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ اس نے ہمیں سب سے افضل مذہب ’’اسلام‘‘، سب سے افضل کتاب ’’قرآن کریم‘‘ اور سب سے افضل رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائے اور اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود ومہدئ معہود کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی جنہوں نے اسلام کی حقانیت دنیا پر اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برتری تمام انبیاء اور رسولوں پر ثابت کی اور اسلام کی صحیح تعلیمات سے دنیا کو روشناس کروایا۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں ’’نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاو۔‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 13)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات زندگی اور سیرت طیبہ پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ تھے۔ آپ کے اخلاق عین قرآن مجید کے مطابق تھے۔ قرآن کریم میں آتا ہے:

فَاخۡتَلَفَ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَیۡنِہِمۡ ۚ فَوَیۡلٌ لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ مَّشۡہَدِ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ﴿۳۸﴾

(الزخرف: 66)

اس کا ترجمہ ہے: پس ان کے اندر ہی سے گروہوں نے اختلاف کیا۔ پس اُن لوگوں کے لئے جنہوں نے ظلم کیا ہلاکت ہو دردناک دن کے عذاب کی صورت میں۔

مگر افسوس کہ مسلمان اسلامی تعلیمات کو بھول چکے ہیں یا یوں کہیں کہ اسلامی تعلیمات جانتے ہیں مگر عمل نہیں اور نام نہاد علماء اپنے مفاد کی خاطر معصوم لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں اور ان نام نہاد علماء نے اسلام کے نام پر ظلم کی انتہا کر دی ہے۔

پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر نظر ڈالیں تو آپ کی ساری زندگی اعلیٰ اخلاق سے مزین تھی۔ آپؐ نے کبھی کسی کو تکلیف نہ پہنچائی نہ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم کیا۔ بلکہ ہمیشہ عفو اور درگزر سے کام لیا یہاں تک کہ اپنے جانی دشمنوں کو بھی معاف فرما دیا۔

لیا ظلم کا عفو سے انتقام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

آپ نہایت رحم دل، نرم دل اور بہت احتیاط سے کام لینے والے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی آدمی اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ شیطان اس کے ہاتھ سے یہ ہتھیار بے قابو کر دے اور دوسرے کو لگ جائے اور اس طرح سے وہ آگ کے گڑھے میں جا گرے۔

(مسلم کتاب البرّ والصلۃ باب النھی عن الاشارۃ بالسلاح الی المسلم)

اسی طرح ایک حدیث ہے حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن تاریکیاں بن کر سامنے آئے گا۔ حرص، بخل اور کینہ سے بچو کیونکہ حرص، بخل اور کینہ نے پہلوں کو ہلاک کیا، اس نے ان کو خوں ریزی پر آمادہ کیا اور ان سے قابل احترام چیزوں کی بے حرمتی کرائی۔

(مسند احمد جلد نمبر 3 صفحہ 323)

عام طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ بے انصافی اور حق تلفی سے کام لیتے ہیں اور دوسروں کے حق دبا جاتے ہیں۔ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ حضرت عبد اللہؓ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے عرض کی یا رسول اللہ کون سا ظلم سب سے بڑا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کے حق میں سے ایک ہاتھ زمین دبا لے۔ اس زمین کا ایک کنکر بھی جو اس نے ازراہ ظلم لیا ہو گا تو اس کے نیچے کی زمین کے جملہ طبقات کا طوق بن کر قیامت کے روز اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا اور زمین کی گہرائی سوائے اس ہستی کے کوئی نہیں جانتا جس نے اسے پیدا کیا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 396 مطبوعہ بیروت)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ ’’بعض لوگ جو اپنے بہنوں بھائیوں یا ہمسایوں کے حقوق ادا نہیں کرتے یا لڑائیوں میں جائیدادوں پر ناجائز قبضہ کر لیتے ہیں، زمینیں دبا لیتے ہیں ان کو اس پر غور کرنا چاہئے۔ احمدی ہونے کے بعد جبکہ اس شرط کے ساتھ ہم نے بیعت کی ہے کہ کسی کا حق نہیں دبائیں گے، ظلم نہیں کریں گے، بہت زیادہ خوف کا مقام ہے۔‘‘

(کتاب شرائط بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں صفحہ 34)

پھر ظالم کو ظلم سے روکنے کے تعلق سے حدیث ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! میں اپنے مظلوم بھائی کی مدد کا مطلب تو سمجھتا ہوں۔ لیکن ظالم بھائی کی کس طرح مدد کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو ظلم سے روکو اور اس سے اس کو منع کرو یہی اس کی مدد ہے۔

(بخاری کتاب الاکراہ باب یمین الرجل لصاحبہ انہ اخوہ)

ظلم انسان کی تمام نیکیوں کو ضائع کر دیتا ہے اس تعلق سے حدیث ہے حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ ہم نے عرض کی جس کے پاس نہ روپیہ ہو، نہ سامان۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ جیسے اعمال لے کر آئے گا لیکن اس نے کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا اور کسی کا ناحق خون بہایا ہوگا یا کسی کو مارا ہوگا۔ پس ان مظلوموں کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی یہاں تک کہ اگر ان کے حقوق ادا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو ان کے گناہ اس کے ذمہ ڈال دئے جائیں گے اور اس طرح جنت کی بجائے اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ یہی شخص دراصل مفلس ہے۔

(مسلم، کتاب البرّوالصلۃ باب تحریم الظلم)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ: ’’اب سوچیں غور کریں، ہم میں سے ہر ایک کو سوچنا چاہئے۔ جو بھی ایسی حرکات کے مرتکب ہو رہے ہوں ان کے لئے خوف کا مقام ہے۔ اللہ کرے کہ ہم میں سے کوئی بھی ایسی مفلسی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور کبھی پیش نہ ہو۔‘‘

(کتاب شرائط بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں صفحہ 35)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’میری تمام جماعت جو اس جگہ حاضر ہیں یا اپنے مقامات میں بود و باش رکھتے ہیں اس وصیت کو توجہ سے سنیں کہ وہ جو اس سلسلہ میں داخل ہو کر میرے ساتھ تعلق ارادت اور مریدی کا رکھتے ہیں، اس سے غرض یہ ہے کہ تا وہ نیک چلنی اور نیک بختی اور تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائیں اور کوئی فساد اور شرارت اور بدچلنی ان کے نزدیک نہ آسکے۔ وہ پنجوقت نماز جماعت کے پابند ہوں۔ وہ جھوٹ نہ بولیں۔ وہ کسی کو زبان سے ایذا نہ دیں۔ وہ کسی قسم کی بدکاری کے مرتکب نہ ہوں اور کسی شرارت اور ظلم اور فساد اور فتنہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں۔ غرض ہر ایک قسم کے معاصی اور جرائم اور ناکردنی اور ناگفتنی اور تمام نفسانی جذبات اور بیجا حرکات سے مجتنب رہیں اور خدا تعالیٰ کے پاک دل اور بے شر اور غریب مزاج بندے ہوجائیں اور کوئی زہریلا خمیر ان کے وجود میں نہ رہے.....اور تمام انسانوں کی ہمدردی ان کا اصول ہو اور خدا تعالیٰ سے ڈریں اور اپنی زبانوں اور اپنے ہاتھوں اور اپنے دل کے خیالات کو ہر ایک ناپاک اور فساد انگیز طریقوں اور خیانتوں سے بچاویں اور پنجوقتہ نماز کو نہایت التزام سے قائم رکھیں اور ظلم اور تعدی اور غبن اور رشوت اور اتلاف حقوق اور بیجا طرفداری سے باز رہیں اور کسی بدصحبت میں نہ بیٹھیں اور اگر بعد میں ثابت ہو کہ ایک شخص جو ان کے ساتھ آمد و رفت رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے احکام کا پابند نہیں ہے......یا حقوق عباد کی کچھ پرواہ نہیں رکھتا اور یا ظالم طبع اور شریر مزاج اور بدچلن آدمی ہے اور یا یہ کہ جس شخص سے تمہیں تعلق بیعت اور ارادت ہے اس کی نسبت ناحق اور بے وجہ بدگوئی اور زبان درازی اور بدزبانی اور بہتان اور افترا کی عادت جاری رکھ کر خدا تعالیٰ کے بندوں کو دھوکہ دینا چاہتا ہے تو تم پر لازم ہوگا کہ اس بدی کو اپنے درمیان سے دور کرو اور ایسے انسان سے پرہیز کرو جو خطرناک ہے اور چاہئے کہ کسی مذہب اور کسی قوم اور کسی گروہ کے آدمی کو نقصان رسانی کا ارادہ مت کرو اور ہر ایک کے لئے سچے ناصح بنو اور چاہئے کہ شریروں اور بدمعاشوں اور مفسدوں اور بدچلنوں کو ہرگز تمہاری مجلس میں گزر نہ ہو اور نہ تمہارے مکانوں میں رہ سکیں کہ وہ کسی وقت

بقیہ صفحہ 11 پر

عبدالنور۔ نمائندہ الفضل آن لائن آئیوری کوسٹ

افتتاح دفتر ایم ٹی اے، آئیوری کوسٹ

الٰہی بشارات اور پیشگوئیوں کے تحت آخری زمانہ میں انسانیت کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے جن ذرائع کی طرف اشارہ کیا گیا ان میں ایک ذریعہ مواصلاتی نظام بھی تھا جس کا ایک حصہ مسیح و مہدیؑ کی ایک مقام سے اٹھتی آواز چار اکناف عالم میں بیک وقت سنے جانا بھی تھا۔ چنانچہ ان بشارات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جماعت احمدیہ کو خلافت رابعہ کے دور بابرکت میں ایک نشریاتی ادارہ (چینل) بنام مسلم ٹیلیویژن احمدیہ (MTA) دے کر پورا کیا۔ جس ایم ٹی اے کا قیام آج سے تقریباً 30 سال قبل عمل میں آیا وہ ہر گزرتے دن کے ساتھ اپنی اگلی سے اگلی منزل کو چھوتا ہوا ترقیات کی منازل طے کرتا جا رہا ہے۔ چند گھنٹے کی نشریات سے شروع ہونے والا چینل نہ صرف چوبیس گھنٹے کی نشریات میں تبدیل ہوا بلکہ ساتھ ہی عالم اسلام کی تشنگی کی دوری کے لئے خلافت خامسہ کے بابرکت دور میں یہ ایک چینل سے آگے بڑھ کر کئی چینل بنتے بنتے اب تک آٹھ مختلف باقاعدہ چینلز کی صورت میں معرض وجود میں آچکا ہے جہاں متعدد عالمی زبانوں میں تراجم کے ساتھ تعلیمی و تربیتی پروگرامز نشر کئے جاتے ہیں۔ برطانیہ کے ایک اسٹوڈیو سے شروع ہونے والی مسیح دوراں کی آواز اب دنیا کے کئی ممالک سے آرہی ہے۔ جس میں تقریباً تمام براعظم کے اسٹوڈیوز شامل ہیں جہاں اسلام احمدیت کی حقیقی تعلیم کی اشاعت کے لئے پروگرامز تیار کئے جاتے ہیں۔

افریقہ کے کئی ایک ممالک مثلاً غانا، گیمبیا، مالی وغیرہ میں بھی ایم ٹی اے اسٹوڈیو کا آغاز ہو چکا ہے۔ اسی سلسلہ کی کڑی کے طور پر جماعت احمدیہ آئیوری کوسٹ (Cote d'Ivoire) نے بھی گزشتہ چند سالوں سے مقامی طور پر ایم ٹی اے کے لئے پروگرامز کی تیاری کا سلسلہ شروع کر دیا تھا تاہم یہ پروگرامز مرکزی منظوری کے ساتھ سال میں تین سے چار مرتبہ غانا جا کر تیار کروائے جاتے رہے جو کہ فرینچ زبان میں ہوتے تھے کورونا وائرس کی عالمی وباء کے باعث ان ریکارڈڈ پروگرامز کا سلسلہ بھی فروری 2020ء کے بعد رک گیا۔ سال 2018ء میں ہی آئیوری کوسٹ میں دفتر ایم ٹی اے کے باقاعدہ آغاز کے لئے کوششوں کا آغاز ہو چکا تھا جس کے لئے ایم ٹی اے انٹرنیشنل کے آفیشلز نے یہاں آکر جائزہ بھی لیا، تاہم کوروناء وباء کے باعث یہ سلسلہ تعطل کا شکار رہا۔ کورونا وباء میں کمی آنے کے بعد مرکزی منظوری کے ساتھ آئیوری کوسٹ میں ہی ایم ٹی اے اسٹوڈیو کی تیاری کا سلسلہ شروع کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دوران ماہ جنوری 2023ء میں ایم ٹی اے آئیوری کوسٹ کے اسٹوڈیو کی تیاریوں کے کام کا دوبارہ آغاز کیا گیا جس کے لئے مکرم فائز احمد ناصر صاحب لندن سے غانا اور اس کے بعد آئیوری کوسٹ تشریف لائے اور مکرم سورو الحسن صاحب (مبلغ سلسلہ نیز کوآرڈینیٹر ایم ٹی اے آئیوری کوسٹ) کے ساتھ مل کر، ایم ٹی اے دفتر کے لئے باقاعدہ سامان کی خرید شروع کی گئی۔ ایک ہفتے کے اس دورانیہ میں ایم ٹی اے کے عارضی دفتر کے قیام کے لئے ضروری اشیاء کی خریداری کی گئی جن میں کمپیوٹر، جدید ہائی کوالٹی ویڈیو کیمرہ، ایڈیٹنگ مشین سسٹم نیز دفتر کے تعلق میں مزید درکار اشیاء خریدیں گئیں۔

آئیوری کوسٹ کے شہر آبی جان (Abidjan) کے محلہ والوں (Vallon) میں واقع جماعتی مشن کی پہلی منزل پر واقع ایک کمرہ کو ایم ٹی کے عارضی دفتر کے طور پر منتخب کیا گیا۔ جس میں سامان رکھنے اور اسے دفتر کے ماحول کے مطابق تیار کرنے کے لئے مؤرخہ 29/ جنوری کو کام کا آغاز کیا گیا اور 30/ جنوری تک یہ کمرہ تیاری کے مراحل سے گزر کر ایم ٹی اے آئیوری کوسٹ کے عارضی دفتر کے طور پر تیار تھا۔

مؤرخہ یکم فروری 2023ء بروز بدھ بعد از نماز عصر ایم ٹی اے کے دفتر کے افتتاح کی پروقار تقریب کا انعقاد کیا گیا جس کے مہمان خصوصی امیر و مشنری انچارج آئیوری کوسٹ مکرم عبدالقیوم پاشا صاحب تھے۔ مکرم امیر صاحب نے فیتہ کاٹا اور دعا کے ساتھ دفتر کا افتتاح کیا۔ جس کے بعد انھیں ایم ٹی اے آئیوری کوسٹ کے اس دفتر کے متعلق تفصیلی معلومات

سے آگاہی فراہم کی گئی اور دفتر میں موجود اشیاء کا حاضرین کو تعارف کروایا گیا۔ افتتاح کے اس حصہ کے بعد مشن ہاؤس میں ہی ایک تقریب بسلسلہ ایم ٹی اے کا انعقاد کیا گیا جس میں مکرم امیر و مشنری انچارج صاحب، مکرم فائز احمد ناصر صاحب، مکرم سورو الحسن صاحب کے علاوہ دفتر کے عملہ و نیشنل عاملہ کے اراکین نے شرکت کی۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد یکے بعد دیگرے مکرم سورو الحسن صاحب کوآرڈینیٹر ایم ٹی اے آئیوری کوسٹ، مکرم فائز احمد ناصر صاحب نے ایم ٹی اے نے مختصر تقاریر کیں جس کے بعد امیر و مشنری انچارج مکرم عبدالقیوم پاشا صاحب نے اس پروگرام کی اختتامی تقریر کی جس میں ایم ٹی کے آغاز اور اس کی تاریخ و ترقی سے حاضرین کو آگاہی فراہم کی اور بعد ازاں اختتامی دعا کروائی۔ بعد از دعا حاضرین کی خدمت میں ریفریشمنٹ پیش کی گئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ایم ٹی اے آئیوری کوسٹ کے دفتر کے قیام کو ہر لحاظ سے بابرکت کرے اور ٹیم ایم ٹی اے کو احسن رنگ میں خدمت کی توفیق عطا کرے نیز اسلام و احمدیت کی اشاعت میں ایم ٹی اے آئیوری کوسٹ اپنا ایک اہم حصہ ڈالنے والی بنے نیز اس اسٹوڈیو میں بننے والے پروگرامز سامعین کی دلچسپی اور ازدیاد ایمان کا موجب ہوں۔ آمین

بقیہ: ظلم نہ کرو...... از صفحہ 10

بقیہ: ظلم نہ کرو...... از صفحہ 10

تمہاری ٹھوکر کا موجب ہوں گے۔‘‘

اسی طرح فرمایا: ’’یہ وہ امور اور وہ شرائط ہیں جو میں ابتداء سے کہتا چلا آیا ہوں۔ میری جماعت میں سے ہر ایک فرد پر لازم ہوگا کہ ان تمام وصیتوں کے کاربند ہوں اور چاہئے کہ تمہاری مجلسوں میں کوئی ناپاکی اور ٹھٹھے اور ہنسی کا مشغلہ نہ ہو اور نیک دل اور پاک طبع اور پاک خیال ہو کر زمین پر چلو اور یاد رکھو کہ ہر ایک شر مقابلہ کے لائق نہیں ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ اکثر اوقات عفو اور درگزر کی عادت ڈالو اور صبر اور حلم سے کام لو اور کسی پر ناجائز طریق سے حملہ نہ کرو اور جذبات نفس کو دبائے رکھو اور اگر کوئی بحث کرو یا کوئی مذہبی گفتگو ہو تو نرم الفاظ اور مہذبانہ طریق سے کرو اور اگر کوئی جہالت سے پیش آوے تو سلام کہہ کی ایسی مجلس سے جلد اٹھ جاؤ۔ اگر تم ستائے جاؤ اور گالیاں دئے جاؤ اور تمہارے حق میں برے برے لفظ کہے جائیں تو ہوشیار ہو کہ سفاہت کا سفاہت کے ساتھ تمہارا مقابلہ نہ ہو ورنہ تم بھی ویسے ہی ٹھہرو گے جیسا کہ وہ ہیں۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں ایک ایسی جماعت بناوے کہ تم تمام دنیا کے لئے نیکی اور راستبازی کا نمونہ ٹھہرو۔ سو اپنے درمیان سے ایسے شخص کو جلد نکالو جو بدی اور شرارت اور فتنہ انگیزی اور بد نفسی کا نمونہ ہے۔ جو شخص ہماری جماعت میں غربت اور نیکی اور پرہیزگاری اور حلم اور نرم زبانی اور نیک مزاجی اور نیک چلنی کے ساتھ نہیں رہ سکتا وہ جلد ہم سے جدا ہو جائے کیونکہ ہمارا خدا نہیں چاہتا کہ ایسا شخص ہم میں رہے اور یقیناً وہ بدبختی میں مرے گا کیونکہ اس نے نیک راہ کو اختیار نہ کیا۔ سو تم ہوشیار ہو جاؤ اور واقعی نیک دل اور غریب مزاج اور راستباز بن جاؤ۔ تم پنجوقتہ نماز اور اخلاق حالت سے شناخت کئے جاؤ گے اور جس میں بدی کا بیج ہے وہ اس نصیحت پر قائم نہیں رہ سکے گا۔‘‘

(اشتہار مؤرخہ 29/ مئی 1898ء تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ 42-43)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جلسہ سالانہ قادیان 2022ء کے اختتامی خطاب مؤرخہ 25/ دسمبر میں فرماتے ہیں کہ:

’’خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ظلم کرنے والوں کو دردناک دن کے عذاب میں ہلاکت سے ڈرایا ہے جبکہ جو ظلم نہیں کرتے ان سے امن کا وعدہ ہے.... پھر ایک روایت میں آتا ہے حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے درمیان کوئی روک نہیں ہوتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ کسی پر ظلم نہ کرو۔ کسی کو گالی مت دو خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا۔ تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے۔ تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل اختیار کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازے کے لیے تم بلائے گئے ہو اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہوسکتا۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے۔ پس یہ ہیں وہ باتیں اور بڑے خوف کا مقام ہے۔ ہمیں اپنے روزمرّہ کے معاملات میں ان سے بچنا چاہئے۔‘‘

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی تعلیمات پر کماحقہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حنیف محمود کے قلم سے

آداب معاشرت

کھانے کے آداب

قسط 11

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى (طٰہٰ: 82) جو رزق ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے طیّب چیزیں کھاؤ اور اس بارہ میں حد سے تجاوز نہ کرو۔ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں: اگر تم میں سے کوئی کھانے لگے تو بِسْمِ اللّٰهِ پڑھے اور اگر بھول جائے تو کہے بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلِهٖ وَاٰخِرِهٖ اللہ کے نام کے ساتھ اس کے آغاز اور آخر میں۔ (سنن الترمذی، کتاب الاطعمة عن رسول اللہ) آپ ﷺ نے فرمایا کُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ اللہ کا نام لو، دائیں ہاتھ سے اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔

(سنن أبي داوٗد، کتاب الاطعمة، باب الاکل بالیمین)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

آنحضور ﷺ بے صبری اور بے قراری کے ساتھ کھانے کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔ تہذیب کے خلاف ہونے کے علاوہ بے صبری اور افراتفری سے کھانا نظام ہضم پر بھی بہت بُری طرح اثر انداز ہوتا ہے چنانچہ اطباء کمزور معدہ مریضوں کو خاص طور پر آہستہ آہستہ چبا کر کھانے کی ہدایت کرتے ہیں۔ کھانے کے دوران برتن میں چاروں طرف ہاتھ مارنا اور بہتر حصوں کی تلاش اور ان تک پہلے پہنچ جانے کی کوشش آنحضور ﷺ کو سخت ناپسند تھا۔ آپؐ فرماتے ہیں جب کوئی شخص کچھ کھائے تو اسے دائیں ہاتھ سے کھانا چاہئے اور دائیں ہاتھ سے پینا چاہئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں سے پیتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الاشربة)

آپؐ فرماتے ہیں کھانا اکٹھا کھایا کرو اور اللہ کا نام لے کر کھایا کرو، يُبَارَكْ لَكُمْ فِيهِ اس میں تمہارے لئے برکت پیدا ہوجائے گی۔

(سنن ابی داوود، کتاب الاطعمة، باب فی الاجتماع علی الطعام)

آپؐ اپنے کھانے میں دوسروں کو شریک کرنے کی تحریک کرتے ہوئے فرماتے ہیں ایک آدمی کا کھانا دو کے لئے کافی ہوتا ہے اور دو آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کے لئے کافی ہوتا ہے اور چار کا کھانا آٹھ کے لئے کافی ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الاشربة)

آپؐ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کھانا وہ ہے جس میں زیادہ کھانے والے شامل ہوں۔ (صحیح الجامع الصغیر وزیاداته، المجلد الاول) آپؐ فرماتے ہیں أَبْرِدُوا الطَّعَامَ ... گرم کھانا ٹھنڈا کرلیا کرو، فَإِنَّ الطَّعَامَ الْحَارَ ... یقیناً زیادہ گرم کھانے میں برکت نہیں ہوتی۔ (المستدرك علی الصحیحین، كِتَابُ الْأَطْعِمَةِ) آپؐ فرماتے ہیں الْبَرَكَةُ تَنْزِلُ وَسَطَ الطَّعَامِ وَلَا تَأْكُلُوْا مِنْ وَسَطِهٖ برکت کھانے کے درمیانی حصہ میں نازل ہوتی ہے فَكُلُوْا مِنْ حَافَتَيْهِ پس اس کے کناروں سے کھاؤ، اس کے درمیان میں سے نہ کھانا شروع کردو۔

(سنن الترمذی، باب ما جاء فی کراهیة الاکلِ من وسط الطعام)

ہمارے پیارے اِمام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’کھانا کھانے سے پہلے بھی ہاتھ دھونے کا حکم آتا ہے۔ آپ ﷺ کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھوتے تھے اور کلّی کرتے تھے بلکہ ہر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد کلّی کرتے اور آپ ﷺ پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد بغیر کلی کئے نماز پڑھنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ کھانا کھا کر کلّی بھی کرنی چاہئے اور ہاتھ بھی دھونے چاہئیں۔ اور اس سے پہلے بھی تاکہ ہاتھ صاف ہو جائیں۔ اور بعد میں اس لئے کہ سالن کی بُو منہ اور ہاتھوں سے نکل جائے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ہاتھ دھو کر دائیں ہاتھ سے کھانا کھانا چاہئے۔‘‘

ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالا۔ جب کھانا پسند فرماتے تو کھا لیتے اور جب ناپسند فرماتے تھے تو ترک فرما دیتے۔ (صحیح البخاری کتاب المناقب باب صفة النبی) آپؐ فرماتے ہیں جب تم کھانا کھاؤ تو اپنے جوتے اُتار لیا کرو کیونکہ فَإِنَّهُ أَرْوَحُ لِأَبْدَانِكُمْ ایسا کرنا تمہارے جسم کو تازگی بخشے گا۔ (المستدرك علی الصحیحین كِتَابُ الْأَطْعِمَةِ) آپؐ فرماتے ہیں ابن آدم نے پیٹ سے زیادہ کسی بدترین برتن کو نہیں بھرا، حالانکہ ابن آدم کے لئے تو اتنے لقمے ہی کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھ سکیں، اگر زیادہ کھانا ضروری ہو تو ثُلُثٌ طَعَامٍ ایک تہائی کھانا ہو، وَثُلُثٌ شَرَابٍ ایک تہائی پانی ہو، وَثُلُثٌ لِنَفْسِهٖ اور ایک تہائی سانس لینے کے لئے ہو۔ (مسند أحمد کتاب مسند الشامیین، باب حدیث المقدام بن معدی) آپؐ فرماتے ہیں كُلْ وَأَنْتَ تَشْتَهِيْ اس وقت کھاؤ جب کھانے کی رغبت ہو۔ وَدَعْ وَأَنْتَ تَشْتَهِيْ اور اس وقت چھوڑ دو جب اور کھانے کی رغبت باقی ہو۔

(نوادر المخطوطات، رسالة رابعة)

ہمارے پیارے اِمام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ بہت سی بیماریاں جو پیدا ہو رہی ہیں اس خوراک کی وجہ سے پیدا ہو رہی ہیں۔ اس لئے حکم ہے کہ مومن کو بھوک چھوڑ کر اور اعتدال سے کھانا چاہئے۔

ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں بَرَكَةُ الطَّعَامِ... کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ منہ دھونا کھانے کو بابرکت بنا دیتا ہے۔ (سنن الترمذی کتاب الاطعمة عن رسول اللہ باب ما جاء فی الوضوء) آپ ﷺ فرماتے ہیں فَلَا آكُلُ مُتَّكِئًا میں ٹیک لگائے ہوئے کھانا نہیں کھاتا۔ (سنن الترمذی کتاب الاطعمة عن رسول اللہ، ماجاء فی کراهیة) حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ يَتَنَفَّسُ فِي الشَّرَابِ ثَلَاثًا پانی پیتے ہوئے تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ إِنَّهُ أَرْوَى اس طرح پانی پینا انسان کو سیراب کر دیتا ہے، وَأَبْرَأُ اور پیاس کی شدت کو بجھاتا اور پانی کے مضر اثرات سے بچاتا ہے وَأَمْرَأُ اور نگلنے اور ہضم ہونے میں مد ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب کراهة التنفس فی نفس الاناء) آپ ﷺ نے مشک کو منہ لگا کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الاشربة الشرب من فم السقاء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ ایک سانس میں پانی پینے کی ممانعت کے متعلق فرماتے ہیں:

یکلخت ایک ہی سانس میں پانی پی جانا بھی جہاں انسان کی بے صبری اور بے وقرے پن کو ظاہر کرتا ہے وہاں صحت کے لئے بھی مضر ثابت ہوسکتا ہے چنانچہ آنحضور ﷺ نے اس بد عادت سے بھی بڑے لطیف انداز میں منع فرمایا۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ تم ایک دم اونٹ کی طرح پانی نہ پیو۔ بلکہ دو تین مرتبہ دم لے کر پیئو اور بسم اللہ کہو۔ جب پانی پینا شروع کرو تو بسم اللہ اور جب دوبارہ برتن منہ سے لگاؤ تو الحمد للہ کہو۔

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے پانی پیتے وقت پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ میں پانی میں تنکے پڑے ہوئے دیکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا (ایسی حالت میں) تھوڑا سا پانی پھینک دو۔ پھر اس نے عرض کیا۔ میں ایک سانس میں پانی پینے سے سیراب نہیں ہوتا۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا پیالے کو منہ سے علیحدہ کرو اور پھر سانس لو۔

آپؐ نے مریض کو ایسی چیزیں کھانے سے منع فرمایا ہے جو اس کی بیماری میں مضر ہوں لیکن اگر بیمار کا کوئی چیز کھانے کو دل کرتا اور وہ چیز اس کے لئے مفید بھی ہوتی تو آپؐ اس چیز کا بندوبست کروانے کا حکم دیتے۔ سو آپؐ خیال رکھتے کہ جو چیز ایک انسان کھا رہا ہے وہ اس کے بدن اور روح کے لئے طیب اور مفید بھی ہے کہ نہیں تاکہ حکم خداوندی كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ... (پاکیزہ چیزوں میں سے کھایا کرو اور نیک اعمال بجالاؤ) پر عمل ہوسکے۔ آپؐ فرماتے ہیں: إِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ... اللہ تعالیٰ بندے سے صرف اتنی بات پر راضی ہوجاتا ہے کہ جب وہ بندہ کوئی لقمہ کھائے یا پانی کا گھونٹ پیئے تو اپنے رب کا شکر ادا کر دے۔

(صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار)

آپؐ فرماتے ہیں۔ جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو وہ یہ دعا کرے کہ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا ... اے اللہ! ہمارے لئے اس میں برکت عطا فرما اور اس سے بہترین کھلا اور جس شخص کو اللہ دودھ پلائے تو وہ یہ دعا کرے کہ اے اللہ! ہمارے لئے اس میں برکت عطا فرما اور اس میں مزید اضافہ فرما، کیونکہ کھانے اور پینے دونوں کی کفایت دودھ کے علاوہ کوئی چیز نہیں کرسکتی۔

(سنن أبی داؤد کتاب الاشربة)

آپؐ جب کھانے سے فارغ ہوتے تو فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا ... تمام طیب اور مبارک تعریفیں اس خدا تعالیٰ کے لئے ہیں جو کسی کا محتاج نہیں اور سب بندے اس کے اور اس کے رزق کے محتاج ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الاطعمة باب ما یقول اذا فرغ من طعامه)

آپؐ جب کھانا کھاتے یا پانی پیتے تو فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھانا کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔

(کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال الباب الثالث: فی شمائل تتعلق بالعادات المعیشة)

ابو نائل

زندگی کے آغاز کے بارے میں دہریہ حضرات کے نظریات کا تجزیہ

قسط 3

یہ مضمون مؤرخہ 27 اور 28؍ فروری 2023ء کو شائع ہونے والا مضمون ''خدا تعالیٰ کے وجود کے بارے میں رچرڈ ڈاکنس صاحب کے چند نظریات پر تبصرہ'' سے ربط رکھتا ہے۔ اُس مضمون کی ہر دو اقساط ان لنکس پر ملاحظہ فرمائیں: قسط اول اور قسط دوم

خاکسار نے گزشتہ مضمون میں مشہور دہریہ فلاسفر ڈاکنس صاحب کے اس مفروضے کا جائزہ لیا تھا کہ کائنات میں اربوں سیارے موجود ہیں، یہ محض اتفاق ہوسکتا ہے کہ کسی ایک سیارے پر زندگی کی تخلیق کا آغاز ہوگیا کیونکہ کائنات میں زندگی کا آغاز تو ایک ہی مرتبہ ہونا تھا۔ اور یہ ذکر بھی کیا تھا کہ اسی کتاب میں وہ اپنے مفروضے کو خود رد کر کے یہ لکھ رہے ہیں کہ میرے نزدیک اس کائنات میں کئی مقامات پر زندگی موجود ہے۔ اپنی کتاب The God Delusion میں ڈاکنس صاحب بہت سادگی سے یہ مفروضہ پیش کر رہے ہیں کہ اگر ہم یہ بھی تسلیم کر لیں کہ کسی سیارے پر خود بخود زندگی کے آغاز کا امکان ارب میں صرف ایک ہے تو بھی دنیا میں اربوں سیارے موجود ہیں۔ اور ان میں سے کئی پر زندگی کی ابتدائی شکل خود بخود بغیر کسی خالق وجود کے شروع ہوسکتی ہے۔

گویا وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے خدا کے وجود کو تسلیم نہیں کرنا خواہ ہمیں سائنسی حقائق کا کتنا ہی خون کرنا پڑے۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کیوں انہوں نے یہ فرضی مثال پیش کی ہے کہ زندگی صرف ابتدائی صورت کے خود بخود محض اتفاق سے وجود میں آنے کا امکان ارب میں ایک کے برابر ہے۔ حقیقت یہ ہے بہت سے سائنسدانوں نے ریاضی کے فارمولوں سے یہ تخمینہ لگانے کی کوشش کی ہے کہ یہ امکان کتنا ہے۔ اور ان کے نزدیک یہ امکان اس فرضی امکان کے قریب تو چھوڑ دور دور تک بھی نہیں ہے جسے پروفیسر ڈاکنس پیش کر رہے ہیں۔ یہ محض ان کا ایک مفروضہ ہے جس کی انہوں نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ سائنسدانوں کا یہ نظریہ ہے کہ جس کائنات کو ہم دیکھ سکتے ہیں یا جسے ہم اب تک کل کائنات سمجھتے ہیں وہ اپنی تمام تر عظیم وسعتوں کے باوجود اتنی بڑی نہیں کہ اس میں کہیں کسی ایک مقام پر محض اتفاق کے طور پر زندگی خود بخود محض اتفاقی حادثہ کے شروع ہوگئی ہو۔

کیا زندگی خود بخود شروع ہوسکتی ہے؟

اس سلسلہ میں ایک تحقیق سے معین الفاظ پیش کئے جاتے ہیں۔ اس کا حوالہ نیچے درج ہے۔ یہ محققین لکھتے ہیں:

But we need to ask ourselves, is this a credible way to view the evolution of life on Earth? Abiogenesis on Earth, or anywhere in the known observable Universe is highly improbable (the odds against are less than 1 successful event expected in 105120 events.)

مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے آپ سے پوچھیں کہ کیا زمین پر ارتقا کو پرکھنے کا یہی درست طریق ہے۔ بے جان اشیا سے زمین پر یا کائنات میں کہیں بھی زندگی کے خود بخود پیدا ہوجانے کا خیال انتہائی ناممکن نظر آتا ہے۔ ایسے ایک کامیاب واقعہ کے اتفاقی طور پر وقوع پذیر ہونے کا امکان اتنا ہی جیسے ایک کے آگے 5120 صفر لگا دو اور کہو اتنے واقعات ہوں تو اتفاقی طور پر ایک میں ایسا ہوسکتا ہے۔

اس کے بعد اسی تحریر میں یہ محققین جن کا تعلق دنیا کی بہت سی یونیورسٹیوں سے ہے لکھتے ہیں:

We have argued pragmatically that the origins from non-living chemistry of cell-based life in the current known universe are so statistically improbable that our scientific approach should not be directed so much toward studying abiogenesis events in the laboratory, but into quantitating the distribution and numbers of living systems in the observable Universe

ترجمہ: ہم دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ اس معلوم کائنات میں بے جان اشیا سے زندہ خلیوں کا خود بخود پیدا ہوجانا شماریات کی رو سے اتنا ناممکن ہے کہ ہماری سائنسی کوششیں اس سمت میں صرف نہیں ہونی چاہیں کہ ہم لیبارٹری میں اس کا تجزیہ کریں کہ بے جان اشیا سے زندگی کس طرح پیدا ہوگئی بلکہ ہمیں اس بات کا حساب لگانے کی کوشش کرنی چاہیے کہ جس کائنات کو ہم دیکھ سکتے ہیں اس میں زندگی کا نظام کہاں کہاں اور کتنے مقامات پر موجود ہے؟

(43-Advances in Genetics Volume 106, 2020, Pages 21)

یہ بات ناقابل فہم ہے کہ پروفیسر ڈاکنس صاحب نے کس سائنسی تحقیق کی بنا پر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ایک ارب سیاروں میں سے ایک میں زندگی کا آغاز خود بخود محض اتفاق کے طور پر ہوسکتا ہے۔ وہ کسی سائنسی تحقیق کا حوالہ نہیں دیتے حالانکہ اس موضوع پر کئی تحقیقات موجود ہیں۔ جب بھی ریاضی دانوں اور سائنسدانوں نے اس بارے میں باقاعدہ سائنسی بنیادوں پر اندازہ لگانے کی کوشش کی ہے وہ بالکل مختلف نتیجہ پر پہنچے ہیں۔

ایک اور تحقیق کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ یہ سائنسی رپورٹ 2020ء میں شائع ہوئی۔ اس کے مطابق جو کائنات اس وقت سائنسدانوں کے سامنے ہے اس میں 1022 ستارے موجود ہیں یعنی اگر ایک کے ہندسے کی دائیں طرف 22 صفر لگا دو تو ان ستاروں کی تعداد اتنی ہوگی۔ یہ ہماری کائنات کی وسعت ہے۔ محققین کے نزدیک اتنی وسیع کائنات میں بھی کسی ایک مقام پر اس بات کا امکان موجود نہیں ہے کہ حادثہ کے طور پر محض قدرت کی دھکم پیل سے زندگی جیسے پیچیدہ نظام کا آغاز ہوسکے۔ یہ آغاز اتنا غیر متوقع ہے کہ اب بعض دہریہ سائنسدان تنگ آ کر اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ہم نے کائنات کو سمجھنے میں ہی غلطی کی ہے۔ اور اصل عالم اس کائنات سے بہت بڑا ہوگا یعنی کھرب کو کئی کھرب سے ضرب دے دو۔ اور یہ سمجھو کہ ہماری کائنات جیسی کھربوں کائناتیں اور موجود ہیں۔ اور پھر یہ تصور کرو کہ اس کل عالم میں 10100 ستارے موجود ہیں یعنی ایک کے ہندسے کے ساتھ 100 صفر اور لگا دو تو اس عالم کے ستاروں کی تعداد بنے گی۔ اس نظریہ کو Multiverse کا نظریہ کہا جاتا ہے۔ اگر ایسا ہو تو یہ سوچا جا سکتا ہے کہ شاید زندگی کی بالکل ابتدائی شکل RNA کی صورت میں کسی مقام پر حادثہ کے طور پر وجود میں آ جائے۔ بہرحال اس نظریہ کے کوئی معین سائنسی ثبوت اب تک دریافت نہیں ہو سکے۔

(Totani, T. Emergence of life in an inflationary universe. Sci Rep 10, 1671 (2020).)

اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ زمین کے علاوہ بھی دوسرے مقامات پر زندگی موجود ہے تو یہ تمام لمبے چوڑے مفروضے تسلیم کرنے کے بعد بھی سائنسی طور پر یہ تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ زندگی کا آغاز محض ایک حادثہ تھا۔

زندگی نے ترقی کس طرح کی؟

اب تک ہم جس مرحلہ کا ذکر کر رہے ہیں، اس مرحلہ تک ابھی کسی زندہ وجود کا خوردبین سے نظر آنے والا ایک خلیہ تک نہیں بنا تھا۔ کجا یہ کہ کسی صورت میں ترقی یافتہ زندگی کا کوئی وجود ہو۔ اور سائنسدانوں کی تحقیقات برملا یہ نتیجہ نکال رہی ہیں کہ یہ بظاہر ناممکن نظر آ رہا ہے کہ یہ ابتدا کسی اتفاق کا نتیجہ ہو۔ لیکن اس کے بعد کے بے شمار مراحل کے متعلق کیا خیال ہے؟ کیا یہ محض اتفاق تھا کہ زندگی اتنی حیران کن چھلانگیں لگاتی چلی گئی۔ کیا یہ محض اتفاق ہوسکتا ہے؟ اپنی طبیعت اور نظریات کے برخلاف اس بارے میں رچرڈ ڈاکنس لکھتے ہیں:

Nevertheless, it may be that the origin of life is not the only major gap in the evolutionary story that is bridged by sheer luck, anthropically justified. For example, my colleague Mark Ridley in Mendel's Demon .... Has suggested that the origin of the eucaryotic cell (our kind of cell, with a nucleus (and various other complicated features such as mitochondria, which are not present in bacteria was an even more momentous, difficult and statistically improbable step than the origin of life. The origin of consciousness might be another major gap whose bridging was of the same order of improbability. One-off events like this might be explained by the anthropic principle, along the following lines. There are billions of planets that have developed life at the level of bacteria, but only a fraction of these life forms ever made it across the gap to something like the eucaryotic cell. And of these, a yet smaller fraction managed to cross the later Rubicon to consciousness.

(The God Delusion, by Richard Dawkins, Published by Penguin Random House 2016, p168)

ترجمہ: اس کے باوجود شاید ارتقا کی کہانی میں زندگی کا آغاز وہ واحد بڑا خلا نہیں جس کے متعلق ہم یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ ایسا محض اتفاق سے ہوگیا تھا۔۔۔۔مثال کے طور پر میرے رفیق کار مارک ریڈلے نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ایسے خلیوں کی پیدائش جن کے اندر ایک مرکز یا

نیوکلیس موجود ہو یا خلیوں میں mitochondria جیسی پیچیدہ اشیاء کی پیدائش زندگی کے آغاز سے بھی زیادہ اہم مراحل ہیں اور بظاہر یہ زیادہ ناممکن نظر آتا ہے کہ یہ مراحل خود بخود اتفاق کے طور پر طے ہو گئے ہوں۔اسی طرح زندگی میں شعور کا شروع ہونا ایک اور مرحلہ ہے جو کہ بظاہر صرف ایک مرتبہ ہوا ہے۔لیکن اس کو اس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ دنیا میں ارب ہا ارب ایسے سیارے ہیں جن میں زندگی نے بیکٹیریا کی سطح تک کا سفر طے کیا ہے۔اور ان میں سے کچھ سیاروں میں زندگی ترقی کر کے ایسے خلیوں کے مرحلے تک پہنچی جس میں مرکز یا نیوکلیس موجود تھا اور پھر ان میں سے کچھ سیاروں میں باشعور زندگی پیدا ہو گئی۔

اس مرحلہ پر آ کر پروفیسر ڈاکنس نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے تمام دلائل کی عمارت کو منہدم کر دیا۔اس مضمون کے آغاز میں ان کا حوالہ درج کیا گیا ہے کہ گو زندگی کا خود بخود شروع ہونا ممکن نہیں لگتا لیکن یہ واقعہ تو کائنات میں ایک مرتبہ ہی ہونا تھا اور کائنات میں ارب ہا ارب سیارے موجود ہیں اس لئے محض اتفاق سے یہ آغاز زمین پر ہو گیا ہو گا۔حالانکہ ہم حوالے درج کر چکے ہیں کہ سائنسی طور پر یہ ممکن نہیں ہے۔لیکن یہ تو ایک طویل سفر کا پہلا قدم تھا۔وہ جانتے ہیں اور کئی سائنسدان اس بات کا اعتراف کر چکے ہیں کہ زندگی کے آغاز کے بعد بھی زندگی کی ترقی کے سفر میں کئی ایسے پیچیدہ مراحل آتے ہیں جن کے متعلق یہ گمان کرنا اور بھی زیادہ مشکل ہے کہ یہ پیچیدہ اشیاء خود بخود پیدا ہو گئیں اور ان کی تخلیق کسی خالق کی مرہون منت نہیں۔اس مرحلہ پر پروفیسر ڈاکنس ایک اور جست لگاتے ہیں اور اپنی گذشتہ دلیل کو خود ہی رد کر کے یہ نظریہ پیش کرتے ہیں کہ اصل میں تو زندگی کا آغاز اربوں سیاروں پر ہوا ہوگا اور اس میں سے کچھ پر محض اتفاق سے تمام ناممکنات کو عبور کرتے ہوئے زندگی اتنی ترقی کر گئی کہ انسانی زندگی یا باشعور زندگی کا روپ دھار لیا۔سوال یہ ہے کہ سائنسدان تو یہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ خود بخود محض اتفاق سے کسی ایک سیارے پر زندگی کی صرف ابتدائی شکل کے آغاز کے امکانات بھی نہ ہونے کے برابر ہیں۔اس کا جواب دینے کی بجائے ڈاکنس صاحب ایک طویل جست لگا کر یہ نظریہ پیش کر رہے کائنات میں اربوں مقامات پر زندگی کا آغاز خود بخود بغیر کسی خالق کی مداخلت کے ہو گیا ہوگا۔اس دعوے کی کوئی سائنسی دلیل نہیں دی گئی۔سائنسدانوں، ریاضی دانوں اور شماریات کے ماہرین کی تحقیقات ان کے اس دعوے کو مکمل طور پر رد کر رہی ہیں۔

یہ خبر پوشیدہ رکھو اور یہ راز اب کوئی راز نہیں ہے کہ 1950ء کی دہائی میں جو امید پیدا ہوئی تھی کہ شاید سائنس جلد اس بات کا کھوج لگا لے کہ زمین پر زندگی کس طرح خود بخود شروع ہوئی، وہ امید اب دم توڑ رہی ہے۔مشہور سائنسی جریدے سائنٹیفک امریکن (Scientific American) میں 28/ فروری 2011ء کو ایک بلاگ اس دلچسپ عنوان کے ساتھ شائع ہوا:

Pssst! Don't tell the creationists, but scientists don't have a clue how life began

شش!ان لوگوں کو جو اس بات کے قائل ہیں کہ زندگی کسی خالق نے تخلیق کی تھی یہ نہ پتا چلے کہ ہمیں اس بات کا کوئی سراغ نہیں مل سکا کہ زندگی کس طرح شروع ہوئی تھی؟

جہاں تک زمین پر زندگی کے آغاز کے بارے میں قرآنی تصورات کا تعلق ہے تو اس موضوع میں دلچسپی رکھنے والے کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی عظیم الشان تحقیق Revelation Rationality Knowledge and Truth ضرور پڑھنی چاہیے۔حضور نے یہ تحقیق اس کتاب کے صفحہ 339 سے صفحہ 564 پر کتاب کے چوتھے حصہ میں بیان فرمائی ہے۔

اس مضمون کے آخر میں اسی کتاب میں مندرج ایک عظیم قرآنی پیشگوئی کا ذکر کرنا ضروری ہے۔یہ عظیم پیشگوئی اس آیت کریمہ میں بیان ہوئی ہے

وَمِنۡ اٰیٰتِہٖ خَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَثَّ فِیۡہِمَا مِنۡ دَآبَّۃٍ ؕ وَہُوَ عَلٰی جَمۡعِہِمۡ اِذَا یَشَآءُ قَدِیۡرٌ ﴿۳۰﴾

(الشوریٰ:30)

ترجمہ: اور اسکے نشانات میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش ہے اور جو اس نے ان دونوں میں چلنے پھرنے والے جاندار پھیلا دیئے اور وہ انہیں اکٹھا کرنے پر خوب قادر ہے جب وہ چاہے گا۔

اسی کتاب کے صفحہ 330 پر اس آیت سے استنباط کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے کہ دابة کا لفظ زمین پر چلنے والے جاندار کے لئے بولا جاتا ہے۔اور اس آیت کریمہ میں صرف ایک امکان نہیں بیان کیا گیا کہ زمین باہر زندگی موجود ہوسکتی ہے بلکہ صراحت سے بیان کیا گیا ہے کہ زمین باہر بھی زندگی موجود ہے۔اور اس آیت کے آخری حصہ میں یہ پیشگوئی بھی موجود ہے کہ ایک روز اللہ تعالیٰ انسان اور زمین سے باہر کی مخلوق کو جمع کرے گا۔اس آیت میں یہ بیان نہیں کیا گیا کہ ایسا کب ہوگا اور ہوسکتا ہے کہ کسی مقام پر دونوں مخلوق جمع ہوں اور ہوسکتا ہے کہ یہ اجتماع محض ایک رابطہ کی صورت میں ہو لیکن یہ واضح ہے کہ ان شاء اللہ ایک روز اللہ کی یہ دونوں مخلوق ایک دوسرے سے ملیں گی۔

چوہدری نعیم احمد باجوہ۔ برکینا فاسو

موج در موج لہریں

کھلتے ہوئے پھول، چہچہاتے پرندے، چٹکتی کلی، کِھلا ہوا سورج کا روشن چہرہ، مسکراتا ہوا بادلوں سے اٹکھیلیاں کرتا چاند۔چمکتے ستارے، پیام زندگی لاتی نسیم صبح، برستا بادل۔کیا خوب سماں ہے۔قدرت نے ہمارے لئے کتنے سامان عیش پیدا کر رکھے ہیں۔اگر ذرا سی نگاہ کریں تو ہمارے اردگرد سبھی مظاہر فطرت ہمیں زندگی کا پیغام دیتے ہیں۔خوش رہنے اور مسکراتے ہوئے زندگی سے لطف اندوز ہونے کی ترغیب دلاتے ہیں۔

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ (فداہ ابی و امی) نے کتنی خوبصورت بات بیان فرمائی:

عَنۡ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: تَبَسُّمُكَ فِي وَجۡهِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ وَأَمۡرُكَ بِالۡمَعۡرُوفِ وَنَهۡيُكَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ صَدَقَةٌ۔۔۔

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کے سامنے تمہارا مسکرانا تمہارے لیے صدقہ ہے، تمہارا بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا صدقہ ہے۔

(ترمذی کتاب البر والصلۃ۔باب ماجاء فی صنائع المعروف۔حدیث نمبر 1907)

سیرت مطہرہ کا سرسری جائزہ بھی لیا جائے تو بے شمار ایسے مواقع باآسانی مل جاتے ہیں کہ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ ہلکے پھلکے موڈ میں مزاح فرماتے اور بچوں کی شرارتوں سے محظوظ ہوتے تھے۔آپؐ کی بڑوں کے ساتھ خوش دلی کی باتیں اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ دل لگی کی گفتگو ریکارڈ پر ہے اور ہمیں زندگی کا سبق دینے کے لئے کافی و شافی ہے۔

ہماری زندگی صرف ہماری ذات کا سفر تو نہیں ہے بلکہ پورے معاشرے کا مجموعہ ہے۔جیسے آئینہ خانہ ہو۔ہر آئینہ کا عکس دوسرے میں پڑتا چلا جاتا ہے۔ایک خوش مزاج شخص چند لحموں میں ماحول اور مجلس کو کشت زعفران بنا دیتا ہے تو افسردہ دل شخص ساری مجلس بلکہ پورے ماحول کو افسردہ بنا دیتا ہے۔مشہور فارسی ضرب المثل ہے:

افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را

افسردگی کی حالت وبا جیسی ہے۔یہ متعدی بیماری کی طرح ہے جو ایک سے دوسرے کو لگتی چلی جاتی ہے اور آناً فاناً ماحول کو افسردہ بنا دیتی ہے۔

بدقسمتی سے بعض لوگوں نے خاک آلودہ رہنے، گندے کپڑے پہننے، منہ بسورے رکھنے، ہنسی مذاق سے دور رہنے کو مذہبی ہونے کی علامت کے طور پر اپنا لیا۔وہ سب خاک آلودہ، ڈھونگ رچائے سادھو، پیر، فقیر، ملنگ جو ظاہر و باہر و آشکار مظاہر فطرت سے سبق نہ لے سکے وہ زندگی کے راز کیا جان پائیں گے۔

اسی طرح مسکراہٹ اور خوش دلی بھی ایک فرد سے دوسرے کو منتقل ہوتی ہوئی۔انجمن کو خوشگوار اور ماحول کو جینے کے قابل کر دیتی ہے۔سمندر کی سطح پر تنہا اٹھنے والی ایک لہر کب اکیلی رہتی ہے۔وہ ہل چل پیدا کر دیتی ہے۔موج در موج لہریں بنتی چلی جاتی ہیں۔کسی ایک محفل میں سنا ایک اچھا لطیفہ یا خوشگوار واقعہ جہاں جہاں جا کر سنایا جائے وہاں وہاں مسکراہٹیں بکھیر دیتا ہے۔اگر ہم کوئی بہت خوشی کی خبر پائیں لیکن ہمارے اردگرد منہ بسورے افراد بیٹھے ہوں تو نہ ہم اپنی خوشی سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں نہ ہی ان کے ساتھ اسی جذبے اور چاہت کے ساتھ اپنی خوشی میں ایسے لوگوں کو شریک کر سکتے ہیں۔ہماری ذات کا سفر کوئی الگ تھلگ حادثہ نہیں ہے۔انسانی معاشرے میں ہم ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔جینے کی وجوہات ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہیں۔مسکراہٹیں بکھیریئے کہ یہی زندگی ہے۔

سعدیہ طارق۔ امریکہ

دیسی مزاج مرد

غیر ملک سے ایک خاتون کا فون آیا کہ مجھے بیٹے کے لئے کوئی رشتہ بتائیں میرا بیٹا ذرا دیسی مزاج کا ہے اس لئے پاکستان سے ہی بہو لانی ہے کوئی پاکستانی بچی بتائیں۔ لفظ دیسی سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی کہ اس دور میں دیسی بیٹا تو نعمت ہے اور وہ بھی اس معاشرہ میں (جہاں ہر وقت لوگ اپنے علاوہ دوسرے کے جذبات اور ضرورت کا نہیں سوچتے کسی کی مدد بھی کرنی ہو تو اپنے شیڈول دیکھنے لگ جاتے ہیں اپنا وقت جذبات آرام نیند میں خلل نہ پڑے تو پھر کسی کے کام آسکتے ہیں)

اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے تمام رشتوں کے حقوق اور فرائض سکھاتا ہے۔ ان کی بات سنتے ہی میرے دماغ میں اسلامی تعلیم کے مطابق چلنے والے تمام دیسی مزاج مرد اپنے پیارے رشتوں کی صورت میں دماغ میں گھوم گئے۔

پہلا رشتہ باپ کے روپ میں آیا ہے توجہ بھی سب سے پہلے اپنے والد صاحب کی طرف ہی گئی۔ سراپا شفیق با وقار وجود سامنے آیا۔ اولاد سے محبت، شفقت کے ساتھ اولاد کا احترام بھی ان کی شخصیت کا حصہ تھا کبھی کسی بچے کی عزت نفس مجروح نہیں ہونے دی بلکہ کمال پیار اور حکمت سے غلطی کی نشان دہی کرتے تھے۔ بچوں کو محبت سے ہی اپنا فرمانبردار بنایا۔

دیسی مزاج باپ ہی ہے جو اپنی اولاد کے لئے دعاؤں کا خزانہ بھرنے کے ساتھ ساتھ ان کی دنیاوی ضروریات کے لئے اتنی محنت کرتا ہے کہ دن رات کا فرق ہی مٹا دیتا ہے۔ اکیلا ہی اپنے پورے کنبہ کی مالی اور دوسری ذمہ داریاں نبھار ہا ہوتا ہے بچوں کی تعلیم سے شادیوں تک ان کے سارے بوجھ اپنے ذمہ ہی سمجھتا ہے نہ کبھی اپنی اولاد پر احسان جتاتا ہے نہ ہی اپنی محنت کا صلہ مانگتا ہے بلکہ صرف اولاد کو کامیاب اور اپنے پیروں پر کھڑا دیکھنا چاہتا ہے۔

باپ جیسی شفقت یہی مرد چچا کے روپ میں بھی دکھاتا ہے بھتیجے بھتیجیوں کی خبر گیری کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ بچے بھی چچا کو وہی احترام دیتے ہیں جو باپ کے لئے ان دل میں ہوتا ہے یہ پیار محبت دیسی مزاج کی وجہ ہے۔

باپ کے بعد مرد کا روپ بھائی کی شکل میں تصور میں ابھرا تو دیکھا کہ ہر وقت سائے کی طرح ساتھ نبھانے والے، بہنوں کے ناز نخرے اٹھانے والے دیسی مزاج بھائی ہی نظر آئے۔ بہنوں کو سکول کالج، سہیلی کے گھر لانے کی ذمہ داری کے علاوہ گھر میں ہر مشقت طلب کام بھی ان بھائیوں کی ذمہ داری ہے بہنوں کے دکھ سکھ میں بہنوں کے سر پر ہاتھ رکھنے والے دیسی مزاج بھائی ہیں پھر یہی دیسی مزاج بھائی ماموں کے رشتہ میں ماں سے زیادہ بھانجے بھانجیوں سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔

دیسی مزاج خاوند ہی تو ہے جو بیوی کے ساتھ مقابلہ بازی نہیں کرتا بلکہ ایسا ساتھی ہوتا ہے جو لباس بن کر بیوی کو زمانے کی گرمی سردی سے بچاتا ہے، ہر جگہ ڈھال بن کر بیوی کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے بیوی کی ضروریات پوری کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ کما کر بیوی پر احسان نہیں جتاتا کہ میں کما کر لاتا ہوں تم تو گھر ہی بیٹھی ہو بلکہ بیوی کو سہولیات پہنچا کر فخر محسوس کرتا ہے اس کے ساتھ ساتھ بیوی کے ساتھ گھر کے چھوٹے موٹے کام میں ہاتھ بھی بٹاتا ہے کبھی کبھار چائے کی ایک پیالی بھی بنا دینے کو برا نہیں سمجھتا بیوی کے آرام کا خیال رکھنے والا گھر سے باہر کے تمام جھنجٹوں سے بیوی کو آزاد رکھنے والا دیسی خاوند ہی ہوتا ہے۔

دیسی مزاج مرد بیٹے کے روپ میں ایک فرمانبردار بیٹا پہلی آواز پر حاضر، ماں باپ کا بازو بلکہ (اگر یہ کہا جائے کہ والدین پر اپنے پروں کا سایہ رکھنے والا ایک فرشتہ ہی ہوتا ہے تو غلط نہ ہوگا) ماں باپ کو پانی پلانے کی ذمہ داری خوشی خوشی ادا کرنے والا ہر چھوٹی بڑی ضرورت کا خیال رکھنے والا اماں باپ کی خواہش پوری کرنے کے لئے دن رات کا فرق نہ کرنے والا دیسی بیٹا نظر آیا یعنی دیسی مزاج مرد ہر روپ میں بہترین مرد بن کر نظر آیا ابھی میں اپنی سوچوں میں تھی تو ان خاتون نے کہا میرا یہ بیٹا ذرا نکما ہے گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹانے والا نہیں اس لئے میں نے سوچا کہ اس کے لئے پاکستان سے لڑکی لاؤں یہ سن کر میرے دکھ کی انتہا نہ رہی کہ آپ نے اپنے کام چور بیٹے کو ان دیسی مزاج مردوں کے ساتھ ملا کر تمام بہترین مردوں کی اور ان اعلیٰ اقدار اور مزاج کو خاک میں ملا دیا بلکہ یہ بھی بتا دیا کہ بہو کے روپ میں بیٹے کے لئے ایک خادمہ چاہئے جو آپ کے کام چور بیٹے کی خدمت کرے ایسا مزاج تو کسی دیس میں بھی قابل برداشت نہیں۔

اگر مرد اپنی تمام ذمہ داریاں احسن طریقہ سے نبھائے قوام ہوتے ہوئے بیوی سے نرمی سے کلام کرنے والا ہو تو ایسے ساتھی کی خدمت اور عزت بیوی کے لئے باعث تسکین ہوتی ہے بیوی نہ نہ کرتے ہوئے بھی خدمت گزار بن جاتی ہے۔

دیس کوئی بھی ہو مذہب کی تعلیم تو ایک ہے جب تعلیم ایک ہے تو زندگی گزارنے کا طریق بھی ایک ہی ہونا چاہئے۔ وہ طریق ہمارے پیارے رسول کا ہے جو رحمۃ للعالمین ہیں وہ مرد کامل تھے ان کا اسوہ حسنہ ہم سب کے لئے مشعل راہ ہے آپ اپنے سارے کام اپنے ہاتھ سے کرتے تھے کسی کام کو عار نہ سمجھتے تھے۔ بیویوں کے ہمدرد غمگسار ان کے آرام کا ان کی عبادت کا ان کی تکلیف کا احساس رکھنے والے تھے (ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے شام کے وقت تازہ کھانا آنحضور کو پیش کیا تو آپ نے پسند نہ فرمایا اس لئے کہ تم تھک جاؤ گی تو رات خدا کی عبادت کیسے کروگی) یہ مزاج ہے اسلامی مزاج نہ کہ اپنی ذات میں ہی الجھائے رکھو کہ فرض نماز بھی جمع کر کے پڑھنی پڑے۔

اس لئے ہر احمدی ماں کی ذمہ داری ہے کہ بیٹوں کی تربیت کی طرف خاص توجہ دے۔ ان کے مزاجوں میں اسلامی مزاج یعنی رحمدلی، محنت قوامیت پیدا کرکے ان کو انتہائی مضبوط اور انتہائی رحمدل بنائے تاکہ وہ مضبوط بن کر بیویوں کے ساتھ کھڑے ہوں نرم دل ہو کر ان سے محبت سے بات کر سکیں ان کی عبادات کے لئے بھی ان کا ساتھ دیں۔

اگر بچہ کام چور ہے تو کسی بچی کی زندگی خراب نہ کریں پہلے اپنے بچے کی تربیت کریں دیسی مزاج یا دیسی مرد کہہ کر اپنی جان نہ چھڑائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم ان کو سکھائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عورت کی تمام کج رویاں برداشت کرنے کا حکم دیا ہے بلکہ فرمایا کہ ”ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں۔ ہم کو خدا نے مرد بنایا ہے اور یہ درحقیقت ہم پر اتمام نعمت ہے اس کا شکر یہ ہے کہ عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں۔“

بہت سی باتیں ایسی ہیں جو عملی زندگی گزارنے کے لئے بچوں کو سکھانی پڑتی ہیں دین خود بخود نہیں آتا۔ دین سیکھنا اور سکھانا پڑتا ہے جب کہ دنیا خود بخود ہی آجاتی ہے اس کے لئے زیادہ تگ و دو نہیں کرنی پڑتی۔

نبیوں اور خلفاء کی زندگی ہمارے لئے بہترین مشعل راہ ہیں ان کو اپناتے ہوئے ہم سب کو اپنی اور اپنے بچوں کی تربیت کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

جب ہر احمدی بچے بچی کی تربیت ایک نہج پر ہوگی تو پھر دیس پر دیس کے فرق بھی صرف پہچان کی حد تک رہ جائیں گے۔

رپورٹ۔ اعجاز احمد۔ ریجنل مبلغ بانفورا

بانفورا، برکینا فاسو میں جلسہ یوم مصلح موعود کا انعقاد

مؤرخہ 20/فروری 2023ء کو ریجن بانفورا میں یوم مصلح موعود مختلف جماعتوں میں منعقد کیا گیا۔ جس میں بانفورا شہر، ینگولوکو، تاغا، سوباگا، دونا، لوماگارا کی جماعتیں شامل ہیں۔

ان اجلاسات کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ ان اجلاسات میں پیشگوئی مصلح موعود پڑھ کر سنائی گئی۔ بعد ازاں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات طیبہ اور آپ کے عظیم الشان کارہائے نمایاں کے بارے میں بتایا گیا۔ احباب جماعت کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتب پڑھنے کی طرف توجہ دلائی گئی تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ ان کتب سے مستفید ہو سکیں۔

اجلاسات کے اختتام پر احباب نے سوالات کئے جن کے تسلی بخش جوابات دیئے گئے۔ چھ اجلاسات کی مجموعی حاضری 350 ہوئی۔

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

مسعود احمد طاہر۔ نمائندہ الفضل آئن لائن گیمبیا

نائب صدر گیمبیا کی وفات پر جماعت کی طرف سے تعزیتی وفد و پیغام

مؤرخہ 18/ جنوری 2023ء کو مملکت گیمبیا میں ایک افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ جب ملک کے نائب صدر مکرم الیو بدارا جوف کا انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ

مرحوم کچھ عرصہ سے بیمار تھے اور علاج کی غرض سے ہندوستان گئے ہوئے تھے اور وہیں پر ان کی وفات ہوئی۔

اس موقع پر امیر صاحب جماعت احمدیہ گیمبیا کی سربراہی میں جماعت کا ایک وفد مرحوم نائب صدر کی رہائش گاہ پر دیگر مذہبی رہنماؤں، کابینہ کے وزراء اور قومی اسمبلی کے کچھ ارکان کے ساتھ نائب صدر کے خاندان سے تعزیت اور ہمدردی کا اظہار کرنے کے لئے گیا۔ اس کے بعد جمعہ 20/ جنوری 2023ء کو بانجل میں اسٹیٹ ہاؤس کا بھی دورہ کیا تاکہ مرحوم نائب صدر کے لیے رکھی گئی تعزیت کی کتاب پر دستخط کیے جائیں۔ پیر 23/ جنوری کو جماعت کا ایک وفد مرحوم نائب صدر کی ریاستی اور سرکاری تعزیت کے لیے قومی اسمبلی میں گیا۔ وفد نے اسی دن مرحوم نائب صدر کی آخری رسومات اور تدفین کے لیے بانجولنڈنگ میں شمولیت اختیار کی۔

مکرم امیر صاحب جماعت احمدیہ گیمبیا نے اس کے علاوہ صدر مملکت کو سرکاری خط کے ذریعہ تعزیتی پیغام بھی بھیجا جس میں جماعت احمدیہ کے سربراہ پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی گیمبیا کے لئے نیک تمناؤں اور دعاؤں کا ذکر کیا۔ اس کے علاوہ اس خط میں جماعت احمدیہ کی طرف سے گہرے دکھ کا اظہار کیا۔

امیر صاحب نے لکھا کہ یہ سانحہ واقعی آپ، آپ کے خاندان، مرحوم نائب صدر کے خاندان، کابینہ اور مجموعی طور پر پوری قوم کے لیے بہت افسوسناک ہے۔

نائب صدر ایک قومی اثاثہ تھے اور ایک سادہ، عاجز، مخلص، ایماندار، محنتی اور شاندار انسان تھے۔ انہوں نے جنوری 1988ء میں گیمبیا میں اپنے دورے کے دوران حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سے بھی ملاقات کی تھی۔

ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند کرے اور مرحوم کی نیکیوں اور قربانیوں کا صلہ عطاء فرمائے۔ آمین

بقیہ: یا عزیز و یا حفیظ و یا رفیق...... از صفحہ 8

از صفحہ 8

پکاریں جو اپنے انبیاء سے کئے گئے وعدے ہمیشہ سچے کرتا آیا ہے اور سچے مومنوں سے بھی اس کا یہی وعدہ ہے کہ ان کو بھی غلبہ عطا فرمائے گا۔ وہ آج بھی ان شاء اللہ تعالیٰ اسی غلبہ کو سچ کر کے دکھائے گا، بلکہ دکھا رہا ہے۔ ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری کامیابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جڑے رہنے سے ہی مقدر ہے۔ تمام عزتیں اب زمانے کے امام کے ساتھ رہنے سے ہی ملنی ہیں۔ کیونکہ یہی ہے جو آنحضرت ﷺ کا غلامِ صادق ہے اور اس کے ساتھ جڑنا آنحضرت ﷺ کے ساتھ تعلق جوڑنا ہی ہے۔ پس اس مسیح و مہدی کے ساتھ حقیقی تعلق ہی اعمال کی بلندیوں پر بھی لے جانے والا ہوگا۔

ایک سبق آموز بات

ترجمہ کبھی بھی اصل متن سے انصاف نہیں کرسکتا

واقفات نو کے ساتھ ایک کلاس میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اردو سیکھو تاکہ تم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اصل زبان میں سمجھ سکو اور ان سے رہنمائی لے سکو۔ ترجمہ کبھی بھی اصل متن سے انصاف نہیں کرسکتا۔ کسی حد تک تو ترجمہ احاطہ کرتا ہے لیکن مکمل طور پر نہیں۔ اگر آپ اپنا دینی علم بڑھانا چاہتی ہیں تو اردو سیکھیں۔ واقفات نو کو اردو سیکھنی چاہیے تاکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں سمجھ سکیں۔

(دورہ امریکہ 2022ء رپورٹ مکرم عبد الماجد طاہر قسط 17 صفحہ 3 الفضل آن لائن۔ لندن)

(مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

طلوع وغروب آفتاب

10/ مارچ 2023ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:18	18:28
مدینہ منورہ	05:18	18:28
قادیان	05:25	18:33
ربوہ	05:05	18:12
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:59	17:58

فقہی کارنر

تہجد کی تاکید

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

اس زندگی کے کل انفاس اگر دنیاوی کاموں میں گزر گئے تو آخرت کے لئے کیا ذخیرہ کیا؟ تہجد میں خاص کر اٹھو اور ذوق اور شوق سے ادا کرو۔ درمیانی نمازوں میں بہ باعث ملازمت کے ابتلا آجاتا ہے۔ رازق اللہ تعالیٰ ہے۔ نماز اپنے وقت پر ادا کرنی چاہیے۔ ظہر وعصر کبھی کبھی جمع ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ ضعیف لوگ ہوں گے اس لئے یہ گنجائش رکھ دی مگر یہ گنجائش تین نمازوں کے جمع کرنے میں نہیں ہوسکتی۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 5 ایڈیشن 2016ء)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)